یادگارِ مسعودِ ملت علیہ الرحمہ

پیش کردہ

شرکتِ اسلامیہ میرپورخاص

اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

یادوں کے جھروکے

حضرت کی مسند جس پر بیٹھ کر علمی و تحقیقی کام سرانجام دیتے رہے

marfat.com

شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میر پور خاص

کالج کا وہ تناور درخت جو حضرت نے
اپنے دست مبارک سے لگایا تھا

شاہ عبداللطیف کالج میں موجودہ کوارٹر جسمیں حضرت چھ سال مقیم رہے

marfat.com

حضرت کی مستقل رہائش گاہ کراچی

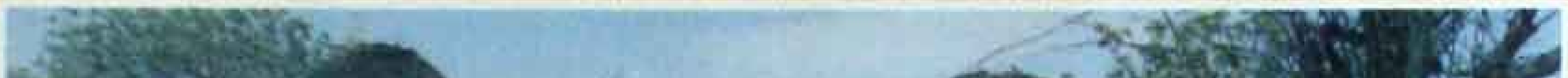

کالج ملازم سکندر مسعودی کی رہائش گاہ جسمیں حضرت سخت گرمیوں میں اکثر آرام فرماتے تھے

marfat.com

مجلّہ

یادگارِ مسعودِ ملّت

بیاد: سعادتِ لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

زیرِ سرپرستی

مسرورِ ملت حضرت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

زیرِ نگرانی

پروفیسر پیر آغا نثار احمد جان سرہندی

مدیر

محمد اکرم قریشی مسعودی

مجلسِ ادارت

پروفیسر عبدالرحمٰن مسعودی،

پروفیسر قدرت اللہ بیگ مسعودی،

پروفیسر ذوالفقار دانش

ناشر

شرکتِ اسلامیہ

مسلم منزل، حمید پورہ کالونی نمبر ۱ رمیر پور خاص (سندھ)

اسلامی جمہوریہ پاکستان (۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء)

(کمپوزنگ: فاطمہ حسن کمپوزنگ گرافکس میر پور خاص)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

حمد باری تعالیٰ

— داغؔ دہلوی

جلوہ اس کا نظر نہیں آتا — نہیں آتا نظر، نہیں آتا
آنکھ کھلتے ہی خوابِ غفلت سے — ہائے کیا کیا نظر نہیں آتا
ڈھونڈتی ہیں جسے مری آنکھیں — وہ تماشا نظر نہیں آتا
تو نے جس دن سے کی مسیحائی — کوئی اچھا نظر نہیں آتا
عشق در پردہ پھونکتا ہے آگ — یہ جلانا نظر نہیں آتا
اک زمانہ مری نظر میں رہا — اک زمانہ نظر نہیں آتا
رہے مشتاق جلوۂ دیدار — ہم نے مانا نظر نہیں آتا
دل پہ بیٹھا کہاں سے تیرِ نگاہ — یہ نشانہ نظر نہیں آتا
آپ ہی دیکھتے ہیں ہم کو تو — دل کو آنا نظر نہیں آتا
ہمیں اے داغؔ کور باطن ہیں — ورنہ وہ کیا نظر نہیں آتا

نعت شریف

مولانا حسن رضا خاں

باغِ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے — کیا مدینے پہ فدا ہو کے بہار آئی ہے
ان کے گیسو نہیں، رحمت کی گھٹا چھائی ہے — ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے
دردِ دل کس کو سناؤں میں تمہارے ہوتے — بے کسوں کی اسی سرکار میں شنوائی ہے
آپ آئے تو منور ہوئیں اندھی آنکھیں — آپ کی خاکِ قدم سرمۂ بینائی ہے
چشمِ بے خواب کے صدقے میں ہیں بیدار نصیب — آپ جاگے تو ہمیں چین سے نیند آئی ہے
ہاتھ پھیلائے ہوئے دوڑ پڑے ہیں منگتے — میرے داتا کی سواری سرِ حشر آئی ہے
اے حسنؔ حُسنِ جہاں تاب کے صدقے جاؤں — ذرے ذرے سے عیاں جلوہ زیبائی ہے

☆☆☆☆☆

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اداریہ

حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک چراغ تھے۔ یہ چراغ ۱۹۳۰ء (۱۳۴۹ھ) میں روشن ہوا اور ۲۷ اپریل ۲۰۰۸ء (۱۴۲۹ء) میں چہار دانگ عالم کو روشن کر کے چھپ گیا مگر اپنی عملی زندگی سے صدہا چراغ روشن کر گیا۔ آپ جب تک اس جہانِ فانی میں رہے، چراغِ صد انجمن رہے۔

آپ علومِ قدیمہ وجدیدہ پر مہارت اور اپنی تحقیقی وتخلیقی تصانیف کے سبب دنیائے علم ودانش میں نہایت محترم اور قد آور شخصیت مانے گئے۔ عالمِ اسلام کے لیے آپ کا تصنیفی کام عظیم سرمایہ ہے۔ آپ کے علمی وتحقیقی مقالات کی تعداد سات سو سے متجاوز ہے، جو دنیا کے مختلف ممالک میں کئی زبانوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت مفتیٔ اعظم ہند مفتی مظہر اللہ دہلوی علیہ رحمہ کی صحبت وتربیت نے آپ میں شروع ہی سے آزمائش، امتحان، احتساب اور ذمہ داری کا احساس پیدا کر دیا تھا، جس کے سبب آپ بے مقصد زندگی، سہل کوشی، افسردگی اور جمود وتعطل سے دور رہے اور آخری وقت تک خود آگہی اور خودداری کے ساتھ انتہائی متحرک وفعال رہے۔ دورانِ طالبِ علمی ہی آپ میں علمی وعملی کام کا ذوق موجود تھا۔ حصولِ علم کے بعد سے ہی آپ کے تحریری کاموں کا آغاز ہو گیا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں سب سے پہلا پُر مغز مقالہ ''فاضل بریلوی اور ترکِ موالات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا۔ اس مقالے کا شائع ہونا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے علمی وتجدیدی کارناموں کو جدید انداز میں پھیلانے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ پاک وہند کے علمی حلقوں میں اس مقالے کی پذیرائی نے آپ پر مزید ذمہ داریاں ڈال دیں، آپ نے محسوس کیا کہ عبقری الشرق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمہ کی شخصیت پر معاندین کے ڈالے ہوئے پردے ہٹانے اور اپنوں کی بے اعتنائی کا ازالہ کرنے کے لیے اس سمت کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ رحمہ جو داعیٔ عشقِ رسول ﷺ تھے، ان کے پیغامِ عشق کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کے لیے ان کی شخصیت اور تجدیدی کارناموں سے دنیا کو روشناس کرنا آپ کا مشن بن گیا۔ امام احمد رضا علیہ رحمہ کے تجدیدی کارناموں کو جدید انداز میں پیش کر کے علمی دنیا سے آپ نے ''ماہرِ رضویات'' کا خطاب پایا۔ آپ نے پاک وہند کے علاوہ پوری دنیا میں امام احمد رضا علیہ رحمہ کا حقیقی تعارف پیش کیا او دنیا کی تمام نام ور یونیورسٹیوں کو امام احمد رضا علیہ رحمہ پر تحقیق کرنے پر مجبور کیا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ رحمہ پر جدید انداز میں تحقیقی کتب کی تصنیف وترتیب کا سہرا بھی آپ کے سر ہے، جن میں جہازی سائز کا پندرہ جلدوں پر مشتمل عظیم انسائیکلوپیڈیا ''جہانِ امام ربانی'' دنیائے علم ومعرفت کے آسمان پر نہایت آب وتاب سے چمک رہا ہے۔ آپ نے اہم معاشرتی مسائل کے حوالے سے ایک بین الاقوامی کتابی سلسلہ شروع کر کے تجدید واحیائے دین کی سعادت حاصل کی۔ آپ

marfat.com

کی اکثر کتب کئی زبانوں میں شائع ہوتیں اور پوری دنیا میں مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتیں۔ آپ کی دینی، تبلیغی، اشاعتی خدمات اور آپ کے ذاتی اوصاف کی بنیاد پر شرفِ ملت شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ رحمہ جیسی سراپا علم اور صاحبِ بصیرت ہستی نے آپ کو موجودہ دور کا مجدد قرار دیا۔

آپ دنیا کی ان چند ممتاز شخصیات میں تھے، جن پر ان کی زندگی ہی میں نہ صرف مقالات و کتب لکھی گئیں بلکہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات بھی لکھے گئے۔ چناں چہ آپ کی حیات اور علمی خدمات پر بہار یونی ورسٹی بھارت سے ڈاکٹر اعجاز انجم صاحب نے ۱۹۹۷ء میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی پہلی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی علمی اور دینی فیض رسانی کا احاطہ ممکن نہیں، کیوں کہ آپ کی دینی خدمات کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی جاری وساری رہا ہے۔ آپ نے نہ صرف خود کام کیا بلکہ ہزارہا ایسے شاگرد اور افراد تیار کیے جو مسلسل علمی و تحقیقی و تخلیقی کاموں سے وابستہ ہوئے۔ خصوصاً امام احمد رضا علیہ رحمہ پر جس طرح آپ نے نامور بین الاقوامی جامعات کے اسکالرز کو تحقیقات کے لیے متوجہ کیا اور ان سے کام لیا، وہ ناقابلِ فراموش ہے۔

گذشتہ سال آپ اس جہانِ فانی سے چلے گئے۔ آپ کا چلے جانا ایک عظیم سانحہ ہے۔ آپ کا جانا علم کا اٹھ جانا ہے، موتُ العالِم موت العالَم۔ عملی زندگی میں آپ سراپا اخلاص تھے، پابندِ شریعت تھے، بے مثال شیخِ طریقت تھے، بے نظیر محقق، مصنف، مترجم اور اثر انگیز خطیب تھے۔

آپ کے پہلے عرسِ مبارک کے موقعے پر احبابِ شرکتِ اسلامیہ میر پور خاص نے میر پور خاص سے وابستگی کے حوالے سے ایک مجلّے کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ مسرورِ ملت حضرت ابوالسرور محمد مسرور احمد مدظلہٗ کی روحانی توجہ اور استاذی پروفیسر پیر آغا نثار احمد جان سرہندی مدظلہٗ کی زیرِ سرپرستی یہ مجلّہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ نہایت مختصر وقت میں اس مجلّے کی اشاعت ممکن نہ ہوتی اگر محترم پروفیسر عبدالرحمٰن قادری مسعودی، اور پروفیسر ذوالفقار دانش عظیمی شب وروز اس کے لیے خود کو اس کام کے لیے وقف نہ کرتے، اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کے اخلاص کو قبول فرمائے اس کے علاوہ پروفیسر قدرت اللہ بیگ مسعودی، پروفیسر عابد علی اور پروفیسر ماجد حسن نے اس مجلّے کی کمپوزنگ، تصحیحات اور ترتیب وغیرہ پر جو کام کیا، وہ قابلِ ستائش ہے۔ ان کے علاوہ محمد شریف قادری اور مرزا اعظم بیگ مسعودی کا خاص تعاون حاصل رہا۔ مجلّے کی اشاعت انتہائی عرق ریزی اور احتیاط کی متقاضی تھی۔ کم وقت کے سبب پوری ژرف نگاہی سے کام نہیں کیا جاسکا۔ مجلّے میں زبان وبیان اور املا کی بعض غلطیاں ہونے کا اندیشہ ہے، جس پر پیشگی معذرت چاہتے ہیں۔ اللہ عزوجل مجلّے کی تیاری میں شریک تمام مخلصین ومحبین کو دنیا و آخرت میں اپنی بے بہا نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور اراکینِ شرکتِ اسلامیہ کو عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر علمی وتبلیغی کام کو جاری رکھنے کا حوصلہ واستقامت عطا فرمائے۔ (آمین بجاہِ النبی الکریم)

محمد اکرم قریشی
شرکت اسلامیہ میر پور خاص

(۱۲/اپریل ۲۰۰۹ء)

marfat.com

حضرت مسعودِ ملت کا سوانحی خاکہ

محمد اکرم قریشی

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۳۴۹/۱۹۳۰ء دہلی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔

☆ سلسلۂ نسب صدیقی (والد کی جانب سے) اور سید (والدہ کی جانب سے)

☆ نکاح مسنون ۲/اگست ۱۹۶۴ء میں سیدہ نعیمہ بیگم بنت سید مظہر علی مرحوم۔

☆ اولاد امجاد: آنسہ کوکب جہاں، آنسہ ثروت جہاں، محمد مسرور احمد اور سعدیہ بیگم۔

☆ برادران: مفتی محمد مظفر احمد مرحوم، مفتی محمد مشرف احمد مرحوم، مولانا احمد مرحوم، مولانا محمد منور احمد مرحوم، مولانا منظور احمد مرحوم ڈاکٹر مولوی محمد سعید احمد مرحوم۔

☆ شیوخِ طریقت: مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، مفتی محمد محمود شاہ الوری شیخِ مجاز سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ (حیدر آباد سندھ)۔ پیر زین العابدین شاہ گیلانی شیخِ مجاز سلسلۂ عالیہ قادریہ (نورائی شریف سندھ)

☆ اکابر شیوخِ طریقت: سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ امام علی شاہ (مکان شریفی)، شاہ محمد مسعود محدث دہلوی (پردادا)، سید صادق علی شاہ (مکان شریفی) اور شاہ محمد رکن الدین الوری علیہ رحمہ۔

☆ خلفاء: مولانا ڈاکٹر محمد سعید احمد (سجادہ نشین خانقاۂ عالیہ خواجہ باقی باللہ دہلوی)، مولانا مفتی محمد مکرم احمد (شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی)، حضرت خواجہ محمد عبد اللہ جان نقشبندی مجددی (کوئٹہ)، مفتی محمد جان نعیمی، مولانا جاوید اقبال مظہری، علامہ پروفیسر رضوان احمد نقشبندی، ڈاکٹر محمد اقبال احمد اختر القادری (کراچی)، مولوی عطا محمد درس نقشبندی (مٹھی) ودیگر۔

☆ قرآن کریم ناظرہ، علوم عربیہ وفارسیہ کی تعلیم والد ماجد مفتی اعظم ہند حضرت شاہ مظہر اللہ دہلوی کی زیرِ نگرانی حاصل کی۔

☆ مدرسۂ عالیہ عربیہ فتح پور دہلی، اور ینٹیل کالج فتح پور، مشرقی پنجاب یونی ورسٹی شملہ، ادارۂ شرقیہ دہلی وغیرہ سے علوم وفنونِ عربیہ وفارسیہ حاصل کیے۔

☆ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کی زیرِ صدارت مسلم لیگ کے دہلی سیشن ۱۹۴۳ء میں شریک ہوئے۔

☆ میٹرک، انٹرمیڈیٹ، بی۔اے، فاضل اردو، انگریزی پنجاب یونی ورسٹی لاہور سے، ایم۔اے اردو، پی۔ایچ۔ڈی سندھ یونی ورسٹی جام شورو سے کیا۔

☆ علوم شرقیہ، ایم۔اے، ایم۔ایڈ کے امتحانات میں سندھ یونی ورسٹی کے تمام طلبا میں اول آنے پر چانسلر گولڈ میڈل اور وائس چانسلر سلور میڈل سے نوازے گئے۔

☆ ۱۱/اگست ۱۹۵۸ء میں بحیثیت لیکچرار شاہ عبد اللطیف گورنمنٹ کالج میر پور خاص میں تقرر ہوا۔

☆ ۱۹۷۱ء میں پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے بعنوان ''اردو میں قرآنی تراجم وتفسیر'' میں آپ نے ۶۰۰۔ اردو تراجم کا جائزہ پیش

marfat.com

کیا اور مقدمے میں ۵۰ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کا جائزہ لیا۔

☆ ۱۹۶۵ء میں صدر، لیکچررز ایسوسی ایشن میر پور خاص اور پھر صدر ریجنل ایسوسی ایشن حیدر آباد منتخب ہوئے۔

☆ ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران کنٹرول روم میر پور خاص کا چارج سنبھالا۔

☆ دورانِ ملازمت ۲۸ سال تک سندھ یونی ورسٹی، پنجاب یونی ورسٹی، شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی خیر پور، تعلیمی بورڈ حیدر آباد، سندھ پبلک سروس کمیشن حیدر آباد وسکھر وغیرہ کے لیے بحیثیت پیپر سیٹر اور ایگزامنر خدمات انجام دیں۔

☆ پہلی تصنیف ''شاہ محمد غوث گوالیاری'' میر پور خاص سے شائع ہوئی۔

☆ ۱۹۶۶ء میں ایس۔ اے۔ ایل کالج میر پور خاص سے ترقی پا کر بطور اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ اور پھر ترقی پا کر بطور پرنسپلز گورنمنٹ ڈگری کالج ٹنڈو محمد خان، کھپرو، مٹھی (بانی پرنسپل)، سکرنڈ اور پرنسپل گورنمنٹ کالج سکھر رہے۔

☆ ۱۹۸۱ء میں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ (سعودی عرب) میں بطور ممبر ایکسپرٹ تقرری ہوئی۔

☆ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (پنجاب یونی ورسٹی)، انسائیکلو پیڈیا اسلامیہ فاؤنڈیشن (ایران) اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (اردن) کے اداراتی بورڈز نے امام احمد رضا علیہ رحمہ پر مقالات لکھوا کر شاملِ اشاعت کیے۔

☆ وزارت مذہبی امور حکومتِ پاکستان کے لیے جمعہ کا ایک نمائندہ خطبہ اور متعدد تحقیقی مقالات تحریر کیے جو بعد ازاں وزارت نے شائع کیے۔

☆ حبیب بنک ہیڈ آفس کراچی نے مقالا ''اللہ کے دوست'' لکھوا کر ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں شائع کیے۔

☆ ۸۲۔۱۹۸۳ء میں یونیورسٹی آف اردن کی چیئر اِن اردو اینڈ پاکستان اسٹڈیز، یونیورسٹی آف رباط (مراکش) کی قائد اعظم چیئر ان اردو اینڈ پاکستان اسٹیڈیز، ہائیڈل برک یونیورسٹی (مغربی جرمنی) میں علامہ اقبال فیلو شپ، کیمبرج یونیورسٹی (انگلینڈ) میں علامہ اقبال فیلو شپ، سول ایوارڈ حکومتِ پاکستان، آرڈر آف امتیاز حکومتِ پاکستان اور ریذیڈنٹ ڈائریکٹر نظامتِ تعلیم وغیرہ کے لیے نامزد کیا گیا۔

☆ ۱۹۹۱ء میں حکومتِ سندھ کی جانب سے ایڈیشنل سیکریٹری تعلیم مقرر کیے گئے۔

☆ ۱۹۹۱ء میں حج وزیارتِ روضۂ رسول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ (بعد ازاں متعدد بار عمرہ ادا فرمایا۔)

☆ ۱۹۹۲ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ بعد ازاں تمام زندگی دینِ اسلام کی ترویج واشاعت اور سلفِ صالحین کی علمی خدمات سے ملتِ اسلامیہ کو روشناس کرانے میں گزار دی۔

☆ ۱۹۹۲ء میں صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب فاروق احمد خان لغاری نے ادبی ومذہبی کدمات پر تمغۂ اعزاز فضیلت سے نوازا۔

☆ ۱۹۹۸ء مین آپ کے ''حالاتِ زندگی اور نثری خدمات'' پر پروفیسر اعجاز انجم لطیفی نے بہار یونی ورسٹی بھارت سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

☆ ۲۷ راپریل ۲۰۰۷ء کو اس جہانِ فانی سے پردہ فرما گئے۔ آپ کا مزار ملیر کینٹ، کراچی میں مرجع خلائق ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

عرسِ حضرتِ مسعودِ ملّت علیہ رحمہ

پروفیسر پیر آغا نثار احمد جان سرہندی مجددی

حضرت مسعود ملت قدس سرہٗ کو ہم سے ظاہری طور پر جدا ہوئے ایک سال ہوگیا!۔۔۔ یہ ایک سال ہم پر کیسا گزرا!! یہ ایک سال ہم ہجراں زدگاں پر ایسا گزرا کہ بقولِ شاعر

جب نام ترا لیجے تب اشک بھر آوے

شاید ہی کوئی لمحہ ایسا گزرا ہو جس میں وہ یاد نہ آئے ہوں۔

مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں۔

آپ ہمارے سَروں پر ابر کا سائبان تھے اور ہمیں زمانے کی کڑی دھوپ سے بچائے رکھتے تھے اور اس ابرِ کرم سے آپ کی شفقت اور دل نوازی، ٹھنڈی ٹھنڈی بوندوں کی طرح ہم پر برستی تھی آپ کی نگاہ میں عجب تاثیر دیکھی کہ سنگ دل قلوب موم ہو جاتے تھے غم ہائے روزگار سے درماندہ لوگوں نے آدابِ زندگی اور جینے کا سلیقہ آپ ہی سے سیکھا۔ یہ شاعری نہیں حقیقت ہے کہ منور چاندنی کو دیکھ کر آپ کی مجلس کا خیال آتا ہے اور چاند کو دیکھ کر آپ کے روئے زیبا کا ایسا دلدار نہ دیکھا نہ سنا آپ پر نگاہ پڑتے ہی دل ہاتھوں سے نکل جاتا۔

امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا
نگاہیں بول اٹھیں وہ لے لیا دل!!

پہلی نظر میں دل کے جانے کے ساتھ آپ کا احترام اور آپ کی شائستگی، دل میں جاگزیں ہو جاتی تھی، جب بھی آپ کی محفل میں حاضر ہوتے، آپ کی شفیق آواز کانوں میں رس گھولنے لگتی، وقت ٹھہر سا جاتا، گدازِ قلب میں اضافہ ہو جاتا، دل اخلاقِ فاضلہ سے معمور ہو جاتا، آپ کی محبوبیت دل و دماغ پر اس طرح مُستولی چھا جاتی ہے، کہ مجاز کے پیمانے حقیقت کے جام ہائے زرّیں میں تبدیل ہو جاتے اَلْمَجَازُ قَنطَرَۃُ الْحَقِیقَۃِ (مجاز، حقیقت کی طرف جانے کا پل ہے) کا فلسفہ سمجھ میں آ جاتا۔ مجازی محبوب سے حقیقی محبوب عز و جل کی طرف آنے سے دل کی آنکھیں کھل جاتیں۔ ہر مجلس میں جُرعہ بہ جُرعہ مئے معرفت پلاتے جاتے۔

سامعین علم و حکمت کے موتی بقدرِ ظرف چنتے جاتے۔

ہاں!! یہ ایک سال! کیسا گذرا؟ نہ پوچھیے کہ مجُبور و مجُبور دل پر کیا گزری!۔ یہ ایک سال پہاڑ کی طرح کٹا۔ سنگ آمد و سخت آمد۔ جدائی کی کُلفت سے جان پر آن بنی تھی۔ دلِ ناصبور نے کئی کئی بار صدائے احتجاج بلند کی۔ صبر و شکیب رخصت ہوئے مگر ''حکم ربی''، کہ، کر اس کو خاموش کیا:

یہ چاہا تھا کہ پتھر بن کے جی لوں سو اندر سے پگھلتا جا رہا ہوں!! سلیم احمد کس طرح سے اس حرماں نصیب کو بہلائیں؟۔

marfat.com

فقط دو چیزیں ہیں، جن سے اس کو کچھ قرار آ سکتا ہے۔ ایک ان کی لازوال کتابیں وہ شمعیں ہیں جو تا قیامت فروزاں رہیں گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور ان میں آپ کی دل آویز شخصیت جھلکتی رہے گی اور دوسرے جب بھی آپ کی یاد ستاتی ہے ہم آپ کے ثمر الفواد صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اپنی جلتی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتے ہیں۔ ہمیں ان میں آپ کا جمال جھلکتا ہے نظر آتا ہے۔ صاحب زادہ صاحب الحمد اللہ الولد سر لابیہ کی عملی تفسیر ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بارے میں ان کے دوست تو دوست معاندین تک یہ تسلیم کرتے ہیں کہ "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی دو بڑی کرامتیں صفحۂ روزگار پر ہمیشہ باقی رہیں گی، ایک آپ کا مبارک کلام، جس کے مماثل لکھنے سے تمام علماء مشائخ روزگار عاجز رہے۔ دوسرے آپ کے فرزندانِ گرامی، جن کو آپ نے تصرفاتِ عالیہ، علم و عمل و کمالاتِ باطنیہ میں اپنا مثیل بنایا۔ جب کہ روئے زمین پر کسی شیخ نے اپنے فرزندوں کو تصرف و توجہ سے اس قدر اپنا مثیل نہیں بنایا اور آج آپ کی صلبی و روحانی اولاد میں آپ کے اثرات و برکات موجود ہیں اور فیوض جاری ہیں۔ آپ کی یہ دو کرامتیں رہتی دنیا تک آفتاب کی طرح روشن اور باعث افتخار رہیں گی۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (الحدید آیت ۵۷، ۲۱) (حضرت مجدد الف ثانی ص ۷۰۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے قربان جائیے بعینہ حضرت مجدد الف ثانی کے اتباع میں آپ کے فرزندِ گرامی اور آپ کی تصنیف کردہ کتابیں آپ کی دو سب سے بڑی کرامتیں ہیں، جن سے آپ کا فیض ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

یہی دو چیزیں۔۔۔ آپ کی اولاد امجاد اور آپ کی تصنیف کردہ کتابیں ہماری تمام تر تمناؤں کا مرکز ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ آپ کی کتابوں کو۔۔۔ آپ کی فکر عالی کو۔۔۔ ہر ممکن طریقہ سے پھیلانے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ وہ اسلام کی حقانیت کا شاہکار نمونہ ہیں دوم آپ کی اولاد امجاد سے۔۔۔ بالخصوص حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی فوز و فلاح اور ترقی کے لیے ہر وقت دست بہ دعا رہیں۔ لاریب! محبوب کی ہر چیز محبوب ہونی چاہیے!۔

ہم نے آپ سے کیا نہیں سیکھا؟۔ فقط دو مثالیں عرض کرتے ہیں۔ اول: ہم نے آپ سے دوستی کا نبھانا سیکھا۔ میرے والد ماجد علیہ رحمہ ان کے دوست تھے، آپ ہر شام ہمارے ہاں تشریف لاتے جب آپ کا تبادلہ ہوا تب بھی آتے جاتے متواتر تشریف لاتے رہے۔ والد ماجد علیہ رحمہ کے وصال کے بعد بھی آپ کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آپ جب بھی میرپور خاص سے گزرتے ہمارے ہاں ضرور تشریف فرما ہوتے، پھر چاہے کوئی ان سے ملے یا نہ ملے ان کی تاباں جبیں پر بھی شکن نہ آئی۔ ایک دفعہ رات کے قریب دو بجے پیدل تشریف لائے اور فرمایا: "یہاں سے گزر رہا تھا، دل نہ مانا سوچا آیا مقصود یہاں کی حاضری ہے" اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے پیدل ہی تشریف لے گئے۔ میرپور خاص تشریف لاتے تو ہر اس فرد سے ملتے جس سے کبھی ذرا سا تعلق رہا ہو۔ شاہ عبداللطیف کالج جہاں سب سے پہلے آپ نے سلسلہ ملازمت کا آغاز کیا تھا وہاں ضرور تشریف لے جاتے۔ کالج کی مسجد، اقامت گاہیں، سفیدے کا وہ درخت جس کو آپ نے ہی لگایا تھا جو آج شاید میرپور خاص کا سب سے بلند درخت ہے، ان سب کو ملاحظہ کرتے۔ اصل میں آپ پرانی اقدار اور معیار شرافت کے قائل

marfat.com

تھے لہٰذا آپ میں وضع داری کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور ایسا ہی شخص دوستی کا حق ادا کرسکتا ہے، ایسی وضع داری ہم نے کتابوں میں پڑھی تھی کہ پرانے زمانے کے شرفا، تعلقات کو نبھانے میں بڑے وضع دار تھے مگر آں جناب کا تو بال بال شرافت و وضع داری میں گندھا ہوا تھا اور آج کل یہ حال ہے کہ وضع داری کو تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے:

پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم

برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے (غالب)

دوسری چیز جس نے مجھے بے حد متاثر کیا، وہ آپ کی علمی دیانت اور علم کے ساتھ آپ کا مجموعی رویہ ہے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے مولانا سید سلیمان ندوی کے بارے میں جو لکھا ہے، وہ من عن آپ پر صادق آتا ہے وہ لکھتے ہیں! ''سید صاحب کی جس بات کا میں گرویدہ تھا وہ ان کا علمی تبحر ہی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علمی دیانت بھی ہے، وہ کبھی علم کو کسی ادنی مقصد کے حصول کے لیے کام میں نہیں لاتے تھے۔ علم نہایت خطرناک چیز ہے، کم ذی علم ایسے پائے گئے ہیں جنھوں نے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ہی نقصان نہ پہنچایا ہو'' گنج ہائے گراں مایہ ذکر سید سلیمان ندوی)

میں آٹھ سال تک آپ کو کم و بیش روز دیکھا کرتا خوش قسمتی سے مجھے آپ کا شاگرد ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ میں نے کبھی آپ کو وقت ضائع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ متانت و وقار کے کوہِ گراں بنے ہوئے اپنے سیمینار میں مصروف نوشت و خواند رہتے، یہ ان کی علمی دیانت تھی کہ جب ان کو اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ رحمہ پر ایک مقالہ لکھنے کا موقع ملا تو یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ایسے بے نظیر عالم کے علمی کام پر لاعلمی کے پردے پڑے ہوئے ہیں، انھوں نے فاضل بریلوی علیہ رحمہ پر لکھنے کا آغاز کیا اور اعلیٰ حضرت کی شخصیت کو جدید انداز سے اجاگر کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی پر لکھنے کا آغاز کیا تو پندرہ ضخیم جلدوں میں'' جہانِ امام ربانی ''، منصہ الشہود پر آیا۔

جس موضوع پر خامہ فرسائی کی اس کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے جو کچھ لکھا وہ آپ کی دیانت اور ثقاہت کا امین ہے۔ آپ نے اپنی دلآویز تحریر میں کبھی سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت نہیں کیا اور نہ ہی تھوڑے سے سچ کو بہت سے جھوٹ کے ساتھ آمیز کر کے پیش کیا۔ نہ کبھی کسی کی عبارت میں قطع و برید یا تحریف کی، جیسا کہ آج کل عام مؤلفین کا طریقہ ہے۔ بلکہ نہایت دیانت سے اصل عبارت پیش کر کے فیصلہ قاری کے ایمان پر چھوڑ دیا۔ اب آپ کی ہم سے جدائی کو سال بھر ہونے کو ہے بھلا کوئی کب تک خوابوں کے سہارے زندہ رہے گا؟۔ اصغر

سو بار تیرا دامن ہاتھوں میں مرے آیا

جب آنکھ کھلی دیکھا، اپنا ہی گریباں تھا۔۔۔!

فیضی نے کیا خوب کہا تھا:

رفتید و لے نہ از دلِ ما۔۔۔!!

☆☆☆☆☆

مسعودِ ملت کے ساتھ گزاری مٹھی کی یادیں

پروفیسر امیر خان حکمت
سابق صدر شعبۂ انگریزی، شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میرپورخاص

بے شک رب ذوالجلال ہی بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس بندے کی کس مقام پر کب اور کیا ضرورت ہے! اللہ رب العزت کے چنیدہ بندے عام لوگوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دینے اور ان کے دلوں کو حب نبی ﷺ سے منور کرنے کے لیے دنیا کے دور دراز مقامات پر صدیوں سے پہنچ رہے ہیں۔ مسعودِ ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد قدس سرہ العزیز کا تھرپارکر کے دور افتادہ قصبے مٹھی میں بحیثیت پرنسپل تقرر بھی شاید اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ جب آپ مٹھی آئے، اس وقت وہاں بجلی، پینے کا میٹھا پانی، سڑکیں اور زندگی کی دوسری سہولتیں مفقود تھیں۔ عام طور پر سرکاری ملازمین کو مٹھی سزا کے طور پر تعینات کیا جاتا تھا۔ جس کا بھی تبادلہ مٹھی ہوتا وہ آخری حد تک اپنا تبادلہ رکوانے کی کوشش کرتا لیکن آپ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس تبادلے کے پیچھے ایک پروفیسر کا ہاتھ ہے، بہی خواہوں اور احباب کے مشوروں کے باوجود تبادلہ رکوانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور نہ ہی تبادلہ پر دکھ کا اظہار کیا۔ جب دوستوں نے افسوس کا اظہار کیا تو آپ نے انہیں خدا کی مرضی قرار دے کر خاموش کر دیا۔

نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شان درویشی ‏ ‏ طریق اہل دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا

آپ نے مٹھی میں چار سال سے زائد عرصہ گزارا۔ اس وقت نوکوٹ سے مٹھی کا سفر GMC ٹرک میں کیا جاتا تھا، جسے مقامی لوگ کیکڑے کے نام سے پکارتے تھے۔ کیکڑے میں مردوں کے بیٹھنے کے لیے صرف چھ نشستیں ہوتی تھیں اور ان میں سے ایک نشست حاصل کرنے کے لیے کم از کم دو سے تین گھنٹے پہلے کیکڑے میں سوار ہونا پڑتا تھا۔ نشستیں لکڑی کی بنی ہوئی ہوتی تھی اور ان کی صفائی بھی نہیں ہوتی تھی۔ سفر کے دوران آپ کے کپڑوں پر اکثر دھبے بھی لگ جایا کرتے لیکن آپ اس پر کبھی کسی پر غصے نہیں ہوتے۔ کیکڑے میں ڈرائیور کے اسٹیئرنگ پر ہاتھ اور ایکسلیٹر پر پاؤں ہوتے۔ گیئر لگانا کلینر کی ذمہ داری تھی، جو ڈرائیور کے پاس بیٹھتا تھا۔ دوران سفر مسافر پندرہ سیکنڈ متواتر ایک زاویہ سے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ کیکڑا ہچکولے کھاتا رواں رہتا اور مسافر کبھی اپنے دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب جھکتا۔ چڑھائی پر پیچھے کی طرف اور اترائی میں آگے کی طرف اس کا جھکاؤ ہوتا۔ راستے میں وجھوٹو کے مقام پر کیکڑا نصف سفر طے کر کے ٹھہرتا تو مسعودِ ملت بھی سب کے ساتھ کھردرے بان کے پلنگ پر بیٹھتے اور چائے سے لطف اندوز ہوتے۔ نوکوٹ سے مٹھی کا تیس میل کا سفر کم از کم تین گھنٹے میں ہوتا۔ اگر کبھی کیکڑا راستے میں خراب ہو جاتا تو سفر کا دورانیہ چھ سے آٹھ گھنٹے بھی ہو جایا کرتا تھا۔ میں اور میرے ساتھی اکثر دوران سفر یا بعد میں کہتے کہ ہم مٹھی آ کر خوار ہو گئے۔ نہ جانے یہ سزا کی مدت کب ختم ہو گی؟ کاش کوئی سفارش مل جائے اور ہمارا تبادلہ کسی بڑے شہر میں ہو جائے لیکن مسعودِ ملت نہ کبھی سفر کی صعوبتوں کا تذکرہ کرتے اور نہ ہی حرف شکایت

marfat.com

زبان پر لاتے۔

جذبۂ خدمت: جب مسعودِ ملت کی تعیناتی مٹھی میں ہوئی اس وقت وہاں اساتذہ کی شدید قلت تھی۔ میں اپنی تقرری کے بعد جب مٹھی پہنچا تو میرے پاس وہاں رہائش کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ مقامی لوگ باہر سے آئے ہوئے تنہا لوگوں کو اپنے محلّے میں رہائش دینے سے انکاری تھے۔ آپ نے سب سے پہلے شفقت پدری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک زیرِ تعمیر اسپتال میں میری رہائش کا بندوبست کرایا۔ وہاں بعد میں دوسرے لیکچرز بھی آکر رہے۔ جب اسپتال کا افتتاح ہونے لگا تو آپ نے خود ہی ہماری رہائش کا دوسری جگہ بندوبست کرادیا۔ اس طرح جو بھی نیا استاد آتا آپ اس کی ابتدائی ضروریات کا خیال کرتے اور خود آگے بڑھ کر ان ضروریات کو پورا کرنے کا بندوبست فرماتے۔

سماجی خدمت: ایک مرتبہ پانی بھرنے کے معاملے پر ہندو اور مسلم خواتین کے درمیان کنوئیں پر لڑائی ہوگئی۔ مٹھی کے تمام کنویں ہندو مالھیوں کی ملکیت تھے انہوں نے مسلمانوں کو پانی لینے سے روک دیا۔ تیسرے دن جب یہ معاملہ آپ کے علم میں آیا تو حضرت نے اعلیٰ حکام سے گفتگو کی اور مسلمانوں کا پانی کا مسئلہ حل کرایا۔

حیرت کدۂ مٹھی: آپ نے قیام مٹھی کے دوران جس معاشرتی اور سماجی زندگی اور مسائل کو دیکھا انھیں حیرت کدۂ مٹھی کے نام سے نہایت شگفتہ اور پراثر انداز میں تحریر کیا۔ یہ تحریر پہلے ضیائے حرم میں قسط وار اور بعد میں سفرنامہ مٹھی کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ مٹھی کی گرمی اور دوسرے معاملات سے نبٹنے کی ہمارے اندر نہ ہمت تھی اور نہ ہی تربیت، جب صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے لگتا ہم مسعودِ ملت کی جانب دیکھتے پھر مایوسی کے بادل چھٹ جاتے، دل کو سکون ملتا اور رہنے میں سرور ملتا۔

ہوتے تھے زیردست جو کبھی آپ کے ملول بدلی بنے کبھی، کبھی ابرو گھٹا رہے

رہائش: آپ مٹھی میں جس گھر میں رہائش پذیر تھے وہ اینٹوں کا بنا ہوا عام سا مکان تھا۔ کمروں اور دالان میں اینٹوں کا فرش اور آنگن مٹی کا تھا۔ مٹھی میں ریت اور گرد آلود ہوائیں چلا کرتی تھیں لیکن آپ کا گھر بالکل صاف ستھرا ہوتا۔ آپ صفائی کو نہایت پسند فرماتے۔ اسی طرح اس ماحول میں آپ سفید لباس زیب تن کرتے جس پر کبھی بھی کوئی داغ یا دھبہ نہیں ہوتا تھا۔

تعمیر مٹھی کالج: مٹھی میں مسعودِ ملت کی تقرری کے وقت کالج، پرائمری اسکول کے دو کمروں پر مشتمل تھا۔ نئے کالج کی عمارت آپ ہی کی کوششوں سے بنی۔ جب عمارت بن رہی تھی، آپ اکثر تعمیراتی کام کی نگرانی کرنے جاتے اور ٹھیکیدار سے کام کی رفتار اور معیار برقرار رکھنے پر زور دیتے۔ کالج کی عمارت کا افتتاح اور کلاسوں کا اجرا بھی آپ کے دستِ مبارک سے ہوا۔ آپ سائنس کے طالب علم نہیں تھے لیکن آپ نے کالج کی سائنسی تجربہ گاہوں کو سائنس کے عملی آلات سے آراستہ کیا اور ایک عمدہ لائبریری بھی قائم کی جس سے اساتذہ اور طلبا آج بھی مستفید ہو رہے ہیں۔

اصول پرستی: آپ کی زندگی اصول پرستی کی ایک عظیم مثال تھی۔ جب نئے کالج میں عملے کی تقرری کا مرحلہ آیا تو

marfat.com

آپ نے مٹھی میں ہندو اور مسلم آبادی کا تناسب معلوم کیا جو اسی اور بیس فی صد تھا۔ اسی تناسب کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے آٹھ اور دو کے تناسب سے عملے میں مقامی لوگوں کو بھرتی کیا تا کہ آبادی کے کسی حصے کی حق تلفی نہ ہو۔

منظّم زندگی: مسعود ملت کی زندگی نظم کی ایک عمدہ مثال تھی۔ آپ نے اوقات کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ اس میں شاذ و نادر ہی ہنگامی صورت حال کی وجہ سے تبدیلی ہوتی۔ فجر کی نماز کے بعد تلاوت فرمایا کرتے۔ ناشتے کے بعد کالج جاتے اور دوپہر کے کھانے کے بعد آرام فرماتے۔ عصر کے بعد کا وقت ملنے والوں کے لیے وقف تھا۔ آنے والوں کی خاطر تواضع چائے یا شربت سے لازماً کرتے۔ اگر کسی دن کوئی ملاقاتی نہیں آتا تو آپ تصنیف کا کام کرتے۔ مغرب سے عشا تک خطوط کے جوابات تحریر فرماتے۔ عشا کے بعد تحریری اور تحقیقی کام کیا کرتے۔ آپ کی کئی عمدہ تصانیف دوران قیام مٹھی میں ہی تحریر کی گئی تھیں۔

پابندیٔ اوقاتِ کار: مٹھی کالج میں ابتدا میں ٹیلیفون بھی نہیں تھا۔ دنیا سے واحد رابطہ ڈاک کے ذریعہ تھا۔ مٹھی کے دورے پر کسی افسر کے آنے کا دور دور تک امکان نہیں تھا۔ میرے پانچ سالہ قیام میں صرف ایک مرتبہ ذمہ دار افسران مٹھی آئے۔ اس حقیقت سے آشنا ہونے کے باوجود حضرت فرائض منصبی دیانتداری سے نبھانے کے لیے مٹھی میں ہی قیام فرماتے۔ مسعود ملت سردی ہو یا گرمی، بارش ہو یا خراب موسم ہمیشہ کالج وقت پر پہنچ جایا کرتے تھے۔ آپ کی یہ عادت دیکھ کر دوسروں میں بھی وقت کی پابندی کا احساس پیدا ہوتا تھا۔ آپ کالج میں پورے وقت موجود رہتے اور کالج وقت ختم ہونے پر ہی گھر واپس تشریف لے جاتے۔ آپ کی یہ بھی خصوصیت تھی کی آپ اپنا کام دوسروں کے سپرد نہیں کیا کرتے تھے بلکہ پورا وقت دے کر انہیں خود سرانجام دیتے۔ البتہ ماتحتوں کے کام میں ان کی راہ نمائی اور مدد فرمایا کرتے۔

وعدے کی پاسداری: آپ نے سیرت و کردار کی اہمیت کا صرف تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ اپنے عمل سے بھی سیرت و کردار کی ایک اعلی مثال قائم کی۔ آپ جب کبھی کراچی تشریف لے جاتے آپ کی واپسی اسی مقررہ دن اور تاریخ پر ہوتی جس کا آپ کہہ کر جاتے۔ ایک مرتبہ آپ کو جنرل ضیاُ الحق کی جانب سے سیرت کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا۔ آپ نے اس میں شرکت سے صرف اس وجہ سے معذرت کرلی کہ آپ نے میرپور خاص میں اسکول کے طلبا سے اس تاریخ کو ایک دینی تقریب میں خطاب کرنے کا وعدہ پہلے ہی کرلیا تھا۔

نرم دلی: ایک دفعہ کالج سے واپسی پر آپ کی نظر ایک بوڑھے شخص پر پڑی جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ وہ چہرے سے مفلوک الحال لگ رہا تھا۔ آپ نے ایک اچھی رقم، نائب قاصد عبداللطیف کو دی اور کہا، یہ رقم اس بوڑھے کو دے آؤ۔ عبداللطیف نے کہا، سائیں! یہ مٹھی کا دولت مند شخص ہے، لیکن رہتا اسی طرح ہے۔ اس سے آپ کی نرم دلی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

غریبوں کی مدد کا انداز: آپ مٹھی کے مسلم غربا میں ہر سال زکوٰۃ کی رقم اس طرح تقسیم کرتے کہ نائب قاصد کو اس

marfat.com

آدمی کے ساتھ بھیجتے اور جس دوکان سے اس نے ادھار سودا سلف لیا ہوتا اس رقم سے اس کے ہاتھوں سے اس کا ادھار ادا کرواتے۔

زبان و بیان پر اختیار: آپ کو زبان پر مکمل اختیار حاصل تھا۔کوئی بھی بزم ہو آپ کی گفتگو مختصر، موضوع سے متعلق اور جامع ہوتی تھی۔آپ کے چھوٹے چھوٹے فقرے دل کے پار ہو جاتے تھے۔الفاظ کا چناو اس طرح کرتے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔آپ سے ملنے کے لیے تھر کے دور دراز گوٹھوں سے لوگ آتے۔آپ متوازن طبیعت اور عادلانہ مزاج کے حامل انسان تھے اس لیے اختلاف رائے میں شدت بالکل نہیں کرتے تھے۔جو ایک مرتبہ ملتا وہ زندگی بھر کے لیے آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور عقیدت مند بن جاتا۔

تاثیر برقِ حسن جو ان کے سخن میں تھی ‌ ‌ ‌ ‌ اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی

ہم جیسے عامی اپنی گفتگو میں اس شخص کے معائب کا خوب اظہار کرتے ہیں جو وہاں موجود نہیں ہوتا۔ایسی ہی ایک نشست میں ہم اپنے ایک سینئر ساتھی کی کنجوسی پر خوب تبصرے کر رہے تھے۔وہ الفاظ اگر اس استاد کے سامنے کہے جاتے تو وہ یقیناً برا مناتے۔ہماری اس گفتگو کے چند الفاظ مسعود ملت نے سن لیے اور فرمایا! ''وہ بہت دور اندیش ہیں۔'' اس مختصر سے جملے میں ایک جہان معنی پوشیدہ ہے۔یہ الفاظ اگر اس استاد کے سامنے بھی کہے جائیں تو انہیں برے محسوس نہیں ہونگے۔ اس طرح آپ نے کسی کی غیر حاضری میں ایسے الفاظ کے ادائی کا درس دیا تا کہ غیبت کرنے سے بچا جا سکے۔

عظیم محقق کا انداز تحقیق: اہل علم جہاں بھی جاتے ہیں وہاں وہ نہ صرف علم کی ترویج کرتے ہیں بلکہ ان کو دیکھ کر دوسروں میں بھی علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔آپ کی حوصلہ افزائی اور راہ نمائی میں بہت سے اساتذہ نے مضامین لکھے جو مختلف رسائل میں شائع ہوئے۔راقم کو بھی آپ کی راہ نمائی میں ایک مضمون لکھنے کا شرف حاصل ہے۔آپ ہی کی ایما پر پروفیسر رفیع الدین صدیقی نے ایک کتابچہ فاضل بریلوی کی مسلمانوں کے لیے معاشی ہدایات پر تحریر کیا تھا۔

مٹھی ہی میں آپ نے تحریک آزادی اور علمائے اہل سنت کی خدمات پر تاریخی کتاب لکھنا شروع کی۔یہ ایک تحقیقی کام تھا اور اس کتاب میں مسعود ملت نے تاریخ کے وہ گوشے بھی آشکار کیے جو کسی وجہ سے دوسرے مصنفین نہیں کر سکے تھے۔تحقیق کا مقصد کسی خبر کی اصل تک پہنچنا ہے۔گویا تحقیق، علمی بصیرت کے ساتھ حقیقت کو دریافت کرنے کا نام ہے۔اہل علم صداقت کے پاسبان، متقی اور امانت دار ہوتے ہیں۔آپ محقق کی اعلاترین تعریف پر ہر لحاظ سے پورے اترتے ہیں۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک کتابچہ تھا جس پر بطور مصنف عبدالقادر بدایونی تحریر تھا۔ان کا یہ مضمون پہلے رسالہ ذوالقرنین میں شائع ہو چکا تھا۔عبدالقادر بدایونی نے علامہ اقبال کی مسلمانوں کے لیے الگ وطن کی تجویز پیش کرنے سے بہت پہلے اس کتابچے میں ان اضلاع کو مسلمانوں کی حکومت مین شامل کرنے کا مطالبہ کیا جو واقعی بعد میں پاکستان میں شامل ہوئے۔ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی کتاب جدوجہد پاکستان میں اس مصنف کا نام عبدالقدیر بدایونی تحریر فرمایا تھا۔

mulfat.com

جب راقم نے یہ بات مسعود ملت کے گوش گزار کی تو آپ نے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور ہندوستان میں واقع نول کشور پریس جہاں وہ کتابچہ چھپا مراسلت کی اور تقریباً چھ ماہ کی تحقیق کے بعد آپ دو مختلف ناموں کا راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ انگریز سرکار کے ملازم نے وہ کتابچہ ذوالقرنین رسالے میں اپنے کاروباری بھائی کے نام سے شائع کرایا تا کہ قانونی گرفت سے بچے رہیں۔ ملازمت سے فراغت کے بعد اس مضمون کو اپنے نام سے دوبارہ کتابچے کی شکل میں شائع کیا۔ اس تحقیق سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تاریخی واقعات، سنن اور ناموں کی درستی کے لیے آپ کس قدر دیدہ ریزی اور ذہنی کاوش سے کام لیتے تھے۔ اس لیے آپ کی تحریر کردہ کتب کی صحت کو ہر اہل علم نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ سراہا بھی ہے۔

سچے حرف ہی لکھتے ہیں، یہ جذبہ ان کا سچا ہے — لہجہ ان کا اپنا ہے، اسلوب بھی ان کا اپنا ہے

علمی فراخ دلی: جب مذکورہ کتاب چھپی تو اس کتاب کا دیباچہ پڑھ کر راقم حیرت اور تشکر کے سمندر میں غرق ہو گیا کہ مسعود ملت نے اس عاجز کا نام کتاب کی تصنیف میں تعاون کرنے والوں کی فہرست میں لکھ دیا، جب کہ راقم نے کتابچے کے مصنف کے دوسرے نام کی نشاندہی کے سوا کچھ اور نہیں کیا۔ اس تحریر سے مسعود ملت کی علمی فراخ دلی کی نشاندہی ہوتی ہے۔ عام طور پر مصنف جب کسی موضوع پر کوئی شعر لکھتا ہے، وہ اس کے لیے اساتذہ کی جانب دیکھتا ہے۔ مسعود ملت نے شمائل نبوی ﷺ کے دیباچے کو اپنے شاگرد پروفیسر فیاض احمد کاوش کے نعتیہ اشعار سے مزین کیا۔

انکساری: آپ دنیوی علم کی اعلیٰ ترین سند کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند رتبہ سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ بڑے بڑے علما، فضلا اور ادبا آپ کے سامنے باادب نظر آتے تھے۔ اس کے باوجود آپ میں غایت درجے کی انکساری پائی جاتی تھی۔ بہت سے لوگ روزمرہ گفتگو میں اپنی ذات کے لیے ''میں'' کی بجائے ''ہم'' کا لفظ استعمال کر کے اپنی اہمیت جتاتے ہیں۔ کچھ لوگ لفظ ''میں'' تو استعمال کرتے ہیں لیکن جب بولتے ہیں تو لفظ ''میں'' کو نہایت زور دے کر ادا کرتے ہیں۔ مسعود ملت ایسے الفاظ کے استعمال یا ادائی سے احتراز فرماتے، جس سے ذرا بھی تکبر کی بو آتی ہو۔ جب کبھی انہیں اپنی ذات کا ذکر کرنا یا حوالہ دینا ناگزیر ہو جاتا تو اپنی ذات کے لیے لفظ ''فقیر'' استعمال فرماتے۔

رشد و ہدایت کا سلسلہ: مسعود ملت کی زندگی شریعت اور طریقت کا ایک حسین امتزاج تھی۔

اپنی حیاتِ دنیوی ایسے گزار دی — باطل سے دور، دور الگ اور جدا رہے

آپ سیرت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے کار دنیا بحیثیت پرنسپل ادا فرماتے اور رب کائنات کی رضا کے لیے احکام خداوندی بھی بجا لاتے۔ اس طرح لوگوں کو اپنے عمل سے یہ ثابت کر کے بتایا کہ اسلام میں دین و دنیا دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ آپ کی اس عملی تفسیر نے لوگوں کے دل آپ کی جانب پھیر دیے اور وہاں سلسلہ نقشبندیہ کا ایک حلقہ قائم ہو گیا۔ آپ کی آمد کے وقت مٹھی میں صرف ایک مسجد تھی۔ آپ کے معتقدین اور مریدین نے دوسری مسجد تعمیر کی اور اسے آج بھی آباد کر رکھا ہے۔ جب آپ مٹھی میں ہوتے، نماز جمعہ آپ ہی پڑھایا کرتے تھے لیکن رہائش کی دوری کی وجہ سے اگر کبھی دیر ہو جاتی تو پچھلی صف میں بھی نماز ادا فرما لیتے

marfat.com

مٹھی سے تبادلہ: مٹھی سے آپ کا تبادلہ سکرنڈ ضلع نوابشاہ ہوا۔ اس تبادلے کے مقام کو بھی بدلوانے کی کوئی کوشش آپ نے نہیں کی۔ جب آپ مٹھی سے روانہ ہوئے تو راقم نے دیکھا، حضرت کے ساتھ ایک مکمل کتب خانہ محوِ سفر ہے۔ آپ کی کتب لکڑی کے بارہ بڑے صندوقوں میں بند تھیں۔ کتب کا اتنا بڑا ذخیرہ آپ اس لیے اپنے ساتھ رکھتے کہ نہ معلوم کس وقت حوالے کے لیے کس کتاب کی ضرورت محسوس ہو۔

حرفِ آخر: مسعودِ ملت معلم، محقق، تاریخ دان، مقالہ نگار، ادیب، دانشور، مفکر، صوفی، ولی اللہ اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۸ر اپریل ۲۰۰۸ء کو اس جہان آب وگل سے حیاتِ ابدی کی جانب روانہ ہو گئے۔

شاہ و امیر سے نہ رکھی کوئی امید — لیکن حضور پاک کے در کے گدا رہے
ان کی لحد پہ نور کی بارش صدا رہے — دنیا و آخرت میں بھی رتبہ بڑا رہے
حکمت کی ہے خدا سے دعا ہو کے سجدہ ریز — جاری تھا فیض آپ کا، جاری سدا رہے

☆☆☆☆☆

تاثرات

پروفیسر مسعود احمد راجپوت
شعبۂ مطالعہ پاکستان، گورنمنٹ ڈگری کالج ٹنڈو جان محمد

جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب کے ساتھ ہمارے کالج کے ساتھی پروفیسر قدرت اللہ بیگ صاحب کے توسط سے ایک بار نمازِ جمعہ ایک ہی صف میں ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ احساسِ تقدس اور عقیدت کے چشمے کے بغیر چند لمحے پروفیسر صاحب کے ساتھ گزارے۔ جب آپ سے رخصت چاہی تو تقدس کا احساس اور عقیدت کا جذبہ اپنی جگہ بنا چکا تھا۔ شاہ لطیف نے ایسی ہی شخصیات کے لیے کہا ہے کہ

ماٹو سپ نہ سھٹا پکي سپ نہ ھنج
کنھن کنھن ماٹو منج اچي بوءِ بھار جي

☆☆☆☆☆

marfat.com

جمالِ خوباں

محمد اکرم قریشی

گورنمنٹ ماڈل ہائی اسکول میر پور خاص

حضرت قبلہ مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد قدس سرّہٗ العزیز سے میری پہلی ملاقات کوئی بیس برس قبل ہوئی استادِ محترم نازشِ لوح و قلم پروفیسر فیاض احمد خان کاوشؔ نے حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ سے احقر کی عقیدت و محبت دیکھتے ہوئے کراچی جانے پر ساتھ لے جانے کا وعدہ فرمایا۔ جب کراچی گئے تو استادِ محترم نے فون پر حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ سے اگلے روز بعدِ عصر ملاقات کے لیے وقت طے فرمالیا۔ پہلے دن حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی (مدیر تبیان) کی مسجد پہنچے اور ان سے کتاب ''دیدہ و دانستہ'' (مصنفہ کاوش صاحبؒ) کی کتابت کی پیش رفت پر بات کی۔ کچھ وقت ان کے ہمراہ گزرا پھر نیو میمن مسجد میں مغرب و عشاء قبلہ حضرت سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہٗ کی امامت میں ادا کیں اور رات ان کے دولت کدے پر آرام کیا۔ اگلے دن حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ کے درِ اقدس پر قبل از عصر ہی پہنچ گئے مگر استادِ محترم درِ اقدس کے باہر ہی بیٹھ کر اذانِ عصر کا انتظار کرتے رہے۔ مجھ سے فرمایا کہ حضرت کے شب و روز کے تمام اوقات کار مقرر ہیں۔ آپ کے کام یا آرام میں خلل نہ ہو، اس لیے بعدِ عصر ہی شرفِ ملاقات حاصل کریں گے۔ چناں چہ بعدِ عصر ڈھرکتے دل کے ساتھ اور حضرت کا تصور کرتے ہوئے زینے پر چڑھنے لگے اس وقت احقر کی نگاہیں زمین میں پیوست ہوئی جاری ہی تھیں۔ جب آپ کے کمرے میں داخل ہوئے تو آپ کو فرش پر تشریف فرما، اٹھتے ہوئے دیکھا۔ احقر اپنے ایمان کی تمام تر پختگی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ میں نے تمام زندگی میں ایسا حسین و جمیل اور نور سے معمور چہرہ نہیں دیکھا، آپ کی تحریر سے جو تصور باندھا تھا آپ کو اس سے کہیں زیادہ خوب صورت پایا۔ آپ کا چہرۂ مبارک ایک کھلا ہوا گلاب تھا، جس کی نہ مٹنے والی تازگی بتارہی تھی کہ اس چہرے پر کبھی افسردگی کا سایہ بھی نہیں پڑا۔ جو اللہ سے راضی ہوتے ہیں اور اللہ جن سے راضی ہوتا ہے، ان کے چہرے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

اس ملاقات کے بعد جب ایک مرتبہ حضرت میر پور خاص تشریف لائے تو احقر کی خواہش کے پیشِ نظر پروفیسر فیاض کاوش صاحب نے حضرت کو مسجد قبا حمید پورہ کالونی میں مختصر خطاب کے لیے راضی کرلیا۔ جس میں شرکت کے لیے احباب کو صرف زبانی دعوت دی گئی۔ صرف ایک ہی دن میں وہ دعوت سینہ بہ سینہ پھیل گئی اور حیرت انگیز طور پر کثیر تعداد میں اہلِ محبت جمع ہوگئے۔ حضرت نے ۲۵ منٹ طویل (حضرت مسعودِ ملت کے بقول طویل) خطاب فرمایا جو نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر سے متعلق تھا۔ یہ خطاب مختصر مگر جامع تھا۔ آپ کا خطاب دل موہ لینے والا تھا۔ خطاب کے بعد صلوٰۃ و سلام ہوا مگر حاضرین آپ کی دست بوسی کے باوجود بھی آپ سے دور ہونا نہیں چاہ رہے تھے۔ یہ عجیب منظر تھا، یوں محسوس ہورہا تھا کہ آج

marfat.com

عید کا دن ہو ہر چہرہ خوشی چمکتا دھمکتا نظر آرہا تھا، یہ آپ کا میر پور خاص میں پہلا خطاب تھا، جسے ہم نے باقاعدہ طور پر ریکارڈ کیا۔ایک کاپی حضرت کو بھی پیش کی گئی، کراچی میں آپ نے کسی کو سننے کے لیے یہ کیسٹ دی تو وہ کراچی کے مریدین ومحبین بلکہ ملک سے باہر بھی پہنچ گئی۔اس تقریب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی تھی، کہ پہلی مرتبہ حضرت مسعودِ ملت کی دوسو کے قریب تصانیف وتالیفات اور دیگر متعلقہ کتب جو احقر کے کتب خانے میں تھیں، صحنِ مسجد میں ٹیبلوں کی طویل قطار میں صرف دیکھنے کے لیے رکھی گئیں اس کے علاوہ حضرت مسعودِ ملت کے علمی وتجدیدی کارناموں کی تفصیلات جو کتاب منزل بہ منزل میں مذکر ہیں، کارڈز کے ذریعے طویل دیوار پر آویزاں کی گئیں جس میں حاضرین کی دلچسپی دیدنی تھی۔حضرتِ مسعودِ ملت نے بھی اسے ملاحظہ فرمایا اور بہت مسرور ہوئے۔اور اہلِ محبت کے اخلاص کو دیکھ کر تمام مخلصین کو دعاؤں سے خوب نوازہ۔

☆☆☆☆☆☆

تاثرات

ڈاکٹر مسرور احمد زئی

گورنمنٹ ڈگری کالج اینڈ پوسٹ گریجویٹ سینٹر، لطیف آباد، حیدر آباد

ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے سندھ یونی ورسٹی سے ۱۹۵۸ میں ایم۔اے اور ۱۹۶۶ میں ''اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر'' کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کیا۔مقالے کے نگراں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان تھے۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد کثیر التصانیف شخصیت ہیں۔چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

''شاہ محمد غوث گوالیاری (۱۹۶۴)، ''سیرت مجدد الف ثانی'' (۱۹۷۶ء)، ''حیاتِ فاضل بریلوی'' (۱۹۶۴ء)، ''تحریکِ آزادی ہند'' (۱۹۷۹ء)، حیاتِ مولانا احمد رضا خان بریلوی'' (۱۹۸۱)، امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ'' (۱۹۹۰) اور ''حضرت مجدد الف ثانی حالات وافکار وخدمات'' (۱۹۹۰)۔

۱۹۹۸ء میں ڈاکٹر محمد اعجاز انجم کو بہار یونیورسٹی مظفر پور بھارت نے ان کے تحقیقی مقالے ''ڈاکٹر مسعود احمد، حیات اور نثری خدمات'' پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تصنیف ''مجدد الف ثانی'' کا تاریخی نام ان کے استاد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب نے رکھا تھا۔جس سے ۱۳۹۳ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، حالات علمی وادبی خدمات، (پی ایچ ڈی مقالہ)، حیدر آباد، ادارہ انوارِ ادب، ۲۰۰۶ء، ص ۸۳۸)

☆☆☆☆☆

marfat.com

تعارف شرکتِ اسلامیہ

میر پور خاص

قدرت اللہ عارف مسعودی

☆☆

شرکتِ اسلامیہ میر پور خاص کا قیام ۲۰ فروری ۱۹۹۹ء کو مسعودِ ملت حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کی ایما پر عمل میں آیا۔ اس کا مقصد قرآن وحدیث اور سلف صالحین کی تعلیمات کو سندھی زبان میں خصوصاً اندرونِ سندھ قارئین اکرام کو پاکیزہ، سچا اور مفت یا سستا لٹریچر فراہم کرنا ہے، جس کی موجودہ نسل کو اشد ضرورت ہے۔ الحمدللہ ادارے کا لٹریچر جدید بین الاقوامی علمی اور تحقیقی معیار کے مطابق ہے۔ جس سے حق کے متلاشی مسلمانوں کو الجھے ہوئے مسائل کا حل مل سکتا ہے۔

ادارے کے نہ سیاسی وجغرافیائی مقاصد ہیں اور نہ ہی طبقاتی وگروہی اور نسلی ولسانی عزائم، ادارے کے تمام اراکین اور معاونین خودنمائی اور نام ونمود سے بے نیاز ہو کر محض رضائے الٰہی کے لیے کام کرتے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم، پیرِ طریقت مسعودِ ملت رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی فیض اور مسرورِ ملت صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد مدظلہ کی سرپرستی میں ادارے کی مطبوعات کو فروغ مل رہا ہے۔ پروفیسر فیاض احمد خاں کاوشؒ کے وصال کے بعد استاذی پروفیسر پیر آغا نثار احمد جان سرہندی مجددی مدظلہٗ ادارے کے روح رواں ہیں۔

اب تک ہزارہا سندھی تراجم پر مبنی کتابیں اندرونِ سندھ مفت تقسیم کی جاچکیں ہیں، جب کہ مُخَیّر حضرات جو ادارے کی کتابیں مفت تقسیم کرنا چاہتے، ہیں انھیں کتابیں نصف قیمت پر فراہم کردی جاتیں ہیں۔ ادارۂ مسعودیہ کراچی بھی ادارے کے تقسیم کار ہیں۔

شیخ طریقت مسعودِ ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کے فیضانِ نظر سے عوام وخواص کو فیض یاب کرتے ہوئے ادارۂ شرکتِ اسلامیہ کے تحت درسِ قرآن کی نشست ہر انگریزی ماہ کی پہلی اور پندرہ تاریخ کو پروفیسر عبدالرحمٰن مسعودی کی رہائش گاہ پر منعقد کی جاتی ہے جس میں ادارے کے روح رواں پروفیسر آغا نثار احمد جان سرہندی مجددی مدظلہٗ قرآن کے اسرار ومُعارف بیان کرتے ہیں۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوض وبرکات کے طفیل ان شاء اللہ یہ دینی وروحانی سلسلہ مسرورِ ملت صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد مدظلہٗ کی سرپرستی میں جاری رہے گا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

راحتِ قلب وجاں

پروفیسر ذوالفقار دانش عظیمی

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ ماڈل کالج میرپورخاص

ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کی ہر تحریر پُر اثر ہے!۔۔۔تاثیر کیوں نہ ہو!!۔۔۔خلوص جو بدرجۂ اتم موجود ہے۔۔۔ان تحریروں کا منبع، وہ قلب پاک ہے جو عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ سے لبریز ہے۔تحریر کردہ ان کتب میں سے ایک ''مکتوباتِ مسعودی'' ہے۔اس کتاب میں ۵۸ رغم نامے اور تعزیت نامے یکجا کیے گئے ہیں۔ان کے مکتوب الیہم پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرونِ ممالک میں مقیم افراد ہیں۔

خطوط نگاری میں تعزیت نگاری ایک مشکل امر ہے۔کیوں کر ایک فرد دوسرے کے غم کو اپنے دِل میں محسوس کرسکتا ہے!''مکتوباتِ مسعودی'' کے مطالعے سے پتا چلتا ہے، ڈاکٹر صاحب دوسرے کے غم کو اپنا ہی دکھ اور غم سمجھ کر خطوط تحریر فرماتے تھے۔سید اویس علی قادری کو اُن کے والد کے انتقال پر تحریر فرماتے ہیں۔

> ''آپ کے والد صاحب کی جدائی کا غم ناقابلِ بیان ہے، جب ہمارا یہ حال ہے تو آپ کا اور والدہ صاحبہ کا کیا حال ہوگا۔جب خیال آتا ہے، دل غم میں ڈوب جاتا ہے۔۔۔[اپنے بارے میں لکھتے ہیں [سکھر آنے کے بعد ۲ رجنوری کی رات کو اچانک دم گھٹنے لگا، رات ۲ ربجے تک یہی کیفیت رہی، پھر میں سوگیا۔صبح گیارہ بجے کے قریب معلوم ہوا کہ سید صاحب ہم سے جدا ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون! یقین نہ آتا تھا۔کراچی فون کرکے تصدیق کی تو دل بے قرار ہوگیا اور آنسو جاری ہوگئے۔'' (مکتوباتِ مسعودی، ص ۱۷)

جب کہ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ اپنے غم کا مداوا اللہ کی یاد اور شکر سے کر لیتے ہیں۔اپنے برادرِ خرد کے وصال پر تحریر فرماتے ہیں!'' وہی ہنساتا ہے، وہی رلاتا ہے، وہی مارتا ہے، وہی جلاتا ہے۔انعام وایلام سب اُسی کی طرف سے ہیں اور اسی کی نسبت سے سب پیارے ہیں۔

میری ہوس کو عیشِ دو عالم بھی تھا قبول — تیرا کرم کہ تو نے دیا دِل دکھا ہوا''

ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کے غموں اور دکھوں کی فہرست طویل ہے، جس کا ذکر مکتوباتِ مسعودی کے صفحہ ۴ اور ۵ پر ہے، جن کے بارے میں پروفیسر فیاض کاوش تحریر فرماتے ہیں ۔''غم والم نے اُن کے اخلاق وکردار کی حنا بندی کی ہے، مستقل مصائب وآلام کی بھٹی میں تپ کر کندن بنے ہیں۔۔۔یہ سارے حادثے

موصوف کی جان زار پر ٹوٹتے رہے، مگر ڈاکٹر صاحب قبلہ کا قدم کسی منزل پر نہ ڈگمگایا۔''
(فیاض احمد کاوش، پروفیسر۔ مینارۂ نور مولانا پروفیسر محمد مسعود احمد'' ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور نومبر ۱۹۷۶ء،
بحوالہ مکتوباتِ مسعودی ص ٦)

مگر ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ ان کا موثر مداوا بھی رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کے غم وآلام پر صبر و استقلال کے بارے میں مولانا محمد عبدالستار طاہر تحریر فرماتے ہیں!'' پے در پے صدمات نے انھیں کندن بنا دیا ہے، وہ کوئی تکلیف آنے پر واویلا نہیں کرتے بلکہ اس میں بھی راحت محسوس کرتے ہیں۔ مالک حقیقی کو محبوب مان کر اس کی رضا میں خوش رہتے ہیں۔'' (مکتوباتِ مسعودی ص ٣) بے شک اللہ اور اس کے محبوب کی یاد، ہر غم اور ہر دکھ کا بہترین درماں ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے غم اور ناقابلِ تلافی سانحے یعنی ماں جیسی عظیم نعمت کے وصال پر مداوائے مسعودِ ملت ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاکٹر صاحب پروفیسر عبدالرحمن صاحب کی والدہ ماجدہ کی تعزیت کرنے میرپورخاص تشریف فرما ہوئے، اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ صبر کے ساتھ شکر لازمی امر ہے۔ ماں جیسی عظیم اور بے بدل نعمت کا دنیا سے رخصت ہونا اور اس سانحے پر اللہ کے شکر کا خیال ڈاکٹر صاحب جیسی ہستیوں ہی کے پاکیزہ ذہن میں آسکتا ہے۔ فرمانے لگے کہ یہ اللہ کا کتنا کرم ہے کہ اس نے اتنے طویل عرصے تک ماں کی محبت اور نعمت سے نوازا، ہمیں ان کی خدمت کا موقع دیا، اس کرم پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اگر ہمارے بچپن ہی میں یہ سانحۂ ارتحال ہوجاتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ مکتوباتِ مسعودی میں یہی انداز نمایاں ہے۔ ان کے اندازِ تعزیت کے بارے میں محمد عبدالستار طاہر فرماتے ہیں کہ'' اہلِ تعلق سے یوں تعزیت فرماتے ہیں کہ غمگین اپنا غم بھول جاتے ہیں۔ انھیں صبر کی تلقین اس انداز سے فرماتے کہ انھیں اپنا دکھ، دکھ نہیں محسوس ہوتا۔ دل جوئی اور دل داری کا ہنر سیکھنا ہو تو آپ سے سیکھے۔'' (مکتوباتِ مسعودی، ص ٦)

میرپورخاص اور ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اگر کسی فرد کا لازماً ذکر کیا جائے تو وہ پروفیسر عبدالرحمن صاحب ہیں۔ ''مکتوبات، مسعودی'' کی اول خواندگی کا موقع ان ہی کا مرہونِ منت ہے۔ وہ دن ایسا تھا کہ جب محبانِ مسعودِ ملت پر غم کا پہاڑ ٹوٹ چکا تھا۔ شاید لوگ دھاڑیں مار مار کر رونا چاہتے ہوں۔ اس دن بس ایک خاموشی تھی، زبان خاموش مگر چشمِ غم اظہارِ جذبات کے لیے بے چین تھی۔ اس سانحہ عظیم کو برداشت کرنے کی ہمت اور اس پر صبر کی قوت کسی میں نہ تھی اور ہوتی بھی کیسے، سب کی امیدوں کے سہارے، اللہ اور اس کے محبوب کے پیارے مسعودِ دین وملت دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ آپ کی تدفین میں شرکت کی غرض سے غموں اور دکھوں کی کیفیت لیے جب محبانِ مسعود پروفیسر عبدالرحمن کے گھر جمع ہوئے تو سامنے میز پر ''مکتوباتِ مسعودی'' موجود تھی۔ ہر شخص اس کا کچھ مطالعہ کرتا اور دل میں حوصلہ و ہمت اور سکون محسوس کرتا۔ کئی افراد نے اس کتاب کا بیشتر اور کچھ نے مکمل

marfat.com

مطالعہ کرلیا، یوں یہ غموں اور دکھوں کا سفر کچھ آسان اور سہل ہو گیا۔ اُس وقت اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو کون کس کو صبر کی تلقین کرتا، کون کس کی اشک شوئی کرتا، کراچی تک کا سفر کس طرح ہوتا۔ یقیناً کتاب رکھنے کا خیال ایک غیبی مدد تھی۔ مجھے اُس دن ڈاکٹر صاحب کے تربیت یافتہ افراد پر رشک آنے لگا۔

''مکتوباتِ مسعودی'' میں شامل خطوط میں صرف تعزیت اور صبر و شکر ہی کی تلقین نہیں ہے، ان میں سماجی حالات، علمی معاملات، دینی مسائل، اخلاقیات اور تحقیقی نکات بھی موجود ہیں۔ ''مکتوباتِ مسعودی'' بظاہر تعزیت اور غم ناموں پر مشتمل ہے مگر درحقیقت ان میں سکون واطمینان اور دلداری ودلجوئی کی وہ لہریں موجزن ہیں جو ساحلِ قلب سے ٹکرا کر واپس نہیں جاتیں بلکہ اسے اپنا مسکن بناتی ہیں۔ اس طرح یہ تعزیت نامے اور غم نامے۔۔۔سکون نامے اور اطمینان نامے کا جامہ زیب تن کر لیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

تاثرات

محمد اسلم قریشی

اسسٹنٹ، یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ سرسید روڈ برانچ میر پور خاص

سال ۲۰۰۲ء میں میرے یہاں تیسرے بیٹے کی ولادت ہوئی۔ جب وہ ۵ ماہ کا ہوا تو میڈیکل رپورٹس میں یہ بات واضح ہوئی کہ اس کے دل میں پیدائشی طور پر سوراخ ہے۔ میرا بیٹا میرے ایک عزیز ڈاکٹر محمد اکرام قریشی چائلڈ اسپیشلسٹ کے زیرِ علاج تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ سال میں ایک بار ضرور میر پور خاص تشریف لاتے ہیں۔ میرا بیٹا تقریباً سال کا ہو چکا تھا اور میں اندر ہی اندر سے اسے دیکھ کر ٹوٹ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا نام نہیں رکھا۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ جب پروفیسر فیاض صاحب کے بچوں سے ملنے ان کے گھر پہنچے تو میں بھی اپنے بیٹے کو لے کر حاضرِ خدمت ہو گیا۔ پروفیسر عبدالرحمٰن نے حضرت سے میرا تعارف کرایا اور دعا کے لیے درخواست کی۔ حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ پھر میری درخواست پر حضرت نے اس کا نام حبیب الرحمٰن تجویز کیا۔ ایک ماہ بعد کراچی کے ایک چائلڈ اسپیشلسٹ آئے میں اور ڈاکٹر اکرام قریشی ان کے پاس بچے کو لے کر حاضر ہوئے۔ انھوں نے جب E.C.G وغیرہ کروائی تو معلوم ہوا کہ دل میں کوئی سوراخ نہیں ہے۔ جب کہ سابقہ رپورٹ میں سوراخ ظاہر ہے۔ اللہ کے ولی حق و سچ ہیں۔ میرا یہ بیٹا اب میرے تمام بچوں میں منفرد ہے اور مذہبی رجحان کی طرف بہت جلد مائل ہوتا ہے یہ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ ہی کا فیضانِ کرم ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

میرے ملجا و ماوہ

محترمہ نسیم بیگم مسعودی
میر پور خاص

الحمدللہ، رب عزوجل نے مجھ حقیر پر وقت کے کامل ولی کا دستِ شفقت و کرم دراز فرمایا۔ حضرت علیہ رحمہ کی بارگاہ سے ہمیشہ مجھ پر نظر و عنایات کی بارشیں ہوتی رہیں۔ میری ہمیشہ خواہش رہی کہ حضرت میر پور خاص آمد پر میرے گھر ہی قیام فرمائیں تاکہ میں ان کی حتی المقدور خدمت کر کے آپ علیہ رحمہ کی روحانی شخصیت سے زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات حاصل کرسکوں۔ لہذا حضرت علیہ رحمہ کی آخری مرتبہ میر پور خاص آمد پر میری خواہش بَر آئی، سانحۂ راولپنڈی کی وجہ سے حضرت کو چھے روز تک حقیر کے گھر قیام فرمانا پڑا۔ میر پور خاص و دیگر وطنِ عزیز کے شہروں میں شدید ہنگامہ آرائی جاری تھی، مگر میں، میرے شوہر مرزا ہاشم بیگ مسعودی، میرے بیٹے اعظم مسعودی، اکرم بیگ اور فہیم بیگ حضرت علیہ رحمہ، صاحب زادہ مسرور میاں اوران کے ہمراہ تشریف لانے والے مریدین کی خدمت میں مگن رہے۔ اس حقیر کو ہمیشہ حضرت کی موجودگی کے وہ خوش گوار لمحات یاد رہیں گے۔ آخری مرتبہ حضرت کی بارگاہ میں بیٹے اعظم کے ساتھ کراچی حاضر ہوئی تو میرے دل میں موجود خواہش کے مطابق حضرت نے مجھے اپنے ذاتی استعمال کے ملبوسات تبرک کے طور پر عنایت فرمائے۔ بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ عالمِ اسلام کو آپ علیہ رحمہ کا نعم البدل، صاحب زادہ مسرور میاں کی شکل میں عنایت فرمائے۔ (آمین) اب حضرت کی تحریریں دل کو ڈھارس دیتی ہیں اور بڑے حضرت مفتیٔ اعظم علیہ رحمہ کا ترجمہ و تفسیر قرآن تو راحتِ قلب و جاں ہے۔ الحمدللہ حقیر نے پورے خاندان کو بڑے حضرت کا یہ شاہکار، تحفۃً تقسیم کیا ہے۔ اللہ ان بزرگوں کی تحریروں کو ہمارے دلوں میں ثبت فرمادے۔ آمین

☆☆☆☆☆

الحمد للہ

marfat.com

ماہرِ رضویات

مفسر قرآن مفتی محمد ادریس ڈاہری نقشبندی

برِصغیر میں بے شمار گوہر علم کے شناور، فیض برکت نشاں افراد گزرے ہیں۔ جنھوں نے روحانیت کے زیرِ اثر خانقاہوں میں اور علم و فضل کی بدولت درس گاہوں میں دینِ اسلام کی خدمت اور عشقِ رسول ﷺ کا پیغام پہنچایا ہے، ان ہی اکابرین میں امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ستاروں کے جھرمٹ میں ماہ تاب کی طرح جلوہ گر ہوئے اور عالمِ اسلام کو پیغامِ عشقِ رسول ﷺ کی ضیا باریوں سے منور و تاباں کردیا۔ رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ علمی دنیا میں قرآن مجید کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' ''فتاویٰ رضویہ'' اور کئی اعلیٰ علمی کتب آپ کی عظمت و بلندی کا منہ بولتا ثبوت ہیں

الحمدللہ برِصغیر کے اس عظیم امام، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ رحمہ کے پیغامِ عشقِ رسول ﷺ کے موتیوں اور آپ کی فکرِ رسا کو عالمِ اسلام میں متعارف کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے برِصغیر ہی کے ایک علمی خاندان اور دورِ حاضر کے ایک عظیم اسکالر اور عاشقِ رسول ﷺ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی کا انتخاب کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے پیغامِ رضا کو اپنے معجز نما قلم کے ذریعے سندھ، ہند بلکہ ہر جگہ پہنچایا۔ تحقیقی دنیا میں آپ کو امام احمد رضا بریلوی پر اتھارٹی تسلیم کیا جاتا ہے۔ فاضل بریلوی کے علمی مقام کے ساتھ ساتھ آپ کی اپنی علمی زندگی بھی قابلِ رشک ہے۔ یوں تو ڈاکٹر صاحب دہلی میں پیدا ہوئے لیکن علم و ادب، عشقِ رسول ﷺ اور پیغامِ رضا کی ترویج واشاعت میں تقریباً آدھی صدی سرزمینِ سندھ میں گزاردی۔

ڈاکٹر مسعود احمد مظہری کے قلم میں قدرتی طور پر فولادی طاقت اور ادبی خوش بو پائی جاتی ہے۔ آپ کی تحریر دینی و ادبی تحقیق کی بہترین مثال ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر اعلیٰ پائے کے علمی شہ پارے یادگار چھوڑے۔ آپ بلاشبہ ہر دل عزیز لکھاری ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا خاندان، مغل بادشاہ، شاہ جہاں کے وقت ہی سے علم حکمت اور رشد و ہدایت میں مشہور ہے، خصوصاً شاہی مسجد فتح پوری کی امامت وخطابت کے حوالے سے خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ آپ کے صاحب زادے محمد مسرور احمد علوم ظاہری و باطنی سے مزیّن ''الولد سرلابیہ'' کے مصداق آپ کے جانشین ہیں۔

دورِ حاضر میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کا وجودِ مسعود سادگی واخلاق، سخاوت و مروت، فیض و برکت اور علم و عمل کا جیتا جاگتا مجسمہ ہے۔ آپ کے رگ و پے میں اللہ تعالیٰ کی محبت، عشقِ رسول ﷺ اور اولیائے عظام کی الفت محبت جاگزیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ آپ کے صاحب زادے متوسلین اور آپ کی تصانیف کے ذریعے مظہری مجددی روحانی شمع روشن رہے اور آپ کا چشمۂ عشقِ رسول ﷺ اور پیغامِ رضا تا قیامت جاری و ساری رہے۔ آمین

☆☆☆☆☆

marfat.com

محبوبِ سرہند

پروفیسر پیر عبد القدوس احمد جان سرہندی
شعبۂ مسلم ہسٹری، گورنمنٹ ماڈل کالج میر پور خاص

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب قدس سرہ و نور اللہ مضجعہ کی شخصیت محتاجِ تعارف و تعریف نہیں ہے۔ آپ عالمِ اسلام کے سربرآوردہ علما و صلحا کی انجمن کے نامور رکنِ رکین ہیں۔ آپ عالمِ اسلام پر اللہ تبارک تعالیٰ کا انعام ہیں۔ کیوں کہ آپ کے علمی کارنامے قیامت تک امتِ مسلمہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ لہذا آپ کے لیے زمانۂ حال کا انتخاب کیا گیا۔ اس عاجز سے آپ کا تعلق صغرِ سنی سے تھا۔ آپ میرے والدِ گرامی حضرت پیر محمد اسحاق جان سرہندی مجددی فاروقی علیہ رحمہ سے ملنے تقریباً روز تشریف فرما ہوتے تھے۔ پھر زندگی کے کسی موڑ پر آپ نے مجھے تنہا نہیں چھوڑا۔ ہر موقع پر میں آپ کی شفقت سے بہرہ مند ہوتا رہا۔ ہمیشہ مجھے اپنی نادرۂ روزگار کتابوں کا ارمغاں بھیجتے رہے۔ آپ کی شفقت و عنایت قطراتِ بارش کی طرح سے برستی تھی۔

آپ کی وفاتِ حسرتِ آیات سے عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ مگر چوں کہ اب کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا ہے۔ لہذا عالمِ اسلام کو پہنچنے والے نقصان کا کما حقہ ادراک نہیں ہو رہا۔ لوگوں نے حقیر پتھروں کو سینے سے لگالیا ہے اور لعل و جواہر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مولانائے روم نے زوالِ امت کا یہی سبب بتایا ہے۔

ہر ہلاکِ امتِ پیشیں کہ بود   زاں کہ ہر جندل گمان بروند عود

(ترجمہ: گذشتہ امتوں کی ہلاکت کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے حقیر پتھر کو خوشبودار عود سمجھ لیا تھا۔)

آپ سے میری بہت سی حسین اور خوش گوار یادیں وابستہ ہیں۔ آج بھی جب ان یادوں کے جھروکوں میں جھانکتا ہوں تو دل و دماغ معطر ہو جاتے ہیں۔ آپ جب کالج کیمپس میں رہتے تھے تو میرے والد نے آپ سے فرمایا کہ آپ کیمپس میں نہ رہیں بلکہ غریب خانے پر رہیں۔ کچھ مدت آپ نے ہمارے ہاں قیام فرمایا۔ اسی طرح آپ کی پوسٹنگ کوئٹہ ہوئی تو آپ ہمارے کوئٹہ والے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔

میرے والد کی شروع ہی سے کوشش تھی کہ ڈاکٹر صاحب حضرت مجددِ الف ثانی پر علمی کام کریں۔ الحمد للہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کام کو جس حسن و خوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے امامِ ربانی پر جو علمی کام کیا اور

marfat.com

جس طرح انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا، وہ آنے والی محققین کی توجہ کا مرکز رہے گا۔

مجھے یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ میں نے ڈاکٹر صاحب کے حکم پر کتاب ''نسبتوں کی بہاریں'' کا سندھی ترجمہ کیا۔ جب تصحیح کے لیے مسودہ میں نے اپنے مرشد حضرت حاجی محمد ابراہیم جان خلیل سرہندی مجددی فاروقی کی خدمت میں پیش کیا تو نہ صرف اصلاح فرمائی بلکہ تقریظ بھی لکھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ ہم سے جدا نہ ہوئے بلکہ آپ کی جلوہ گری کتابوں کی صورت میں موجود ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں تو آپ کے صاحب زادے ابوالسرور محمد مسرور میاں مدظلہ آپ کی جلائی ہوئی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں، نیز دوسری جانب آپ کے ہزاروں شاگرد مریدین و مخلصین رات دن آپ کے مشن کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

تاثرات

پروفیسر مشتاق حسین
این ای ڈی یونیورسٹی، کراچی

تقریباً دس گیارہ سال سے ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ سے شناسائی ہے اور میں حضرت کی کراچی میں منعقدہ محافل میں ضرور حاضر ہوتا ہوں میرا آبائی گھر میرپور خاص میں ہے۔ جہاں سے ڈاکٹر صاحب کی بے شمار یادیں وابستہ ہیں۔ میں یہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا ہوں کہ میرے بڑے بھائی جو کہ حبیب بنک میں آفیسر ہیں بعض وجوہات کی بنا پر ان کو بینک نے terminate کر دیا اور میرے بھائی کی بنی بنائی عزت خاک میں ملنے لگی جس کا میرے بھائی کو بھی شدت سے احساس تھا ہم نے ہر دروازہ کھٹکھٹایا ،تمام اثر ورسوخ استعمال کیا کہ کسی طرح میرا بھائی بحال ہو جائے اور بدنامی سے بچ جائے ،ایک دن میں نے اپنے دیرینہ دوست پروفیسر عبدالرحمن سے ذکر کیا کہ اب اس مسئلے کے حل کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، انھوں نے مشورہ دیا کہ آج حاجی معراج صاحب کے ہاں ماہانہ محفل ہے حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ وہاں ہوں گے ہم وہیں چلتے ہیں اور حضرت سے دعا کے لیے عرض کرتے ہیں۔ ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کے ساتھ کھانا تناول کیا اور پھر موقع پا کر اپنا دکھڑا پیش کیا۔ حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے۔۔۔۔ایک ہفتے کے بعد میرے بڑے بھائی کو ایک حکم نامہ ملا کہ آپ فوری طور پر ٹنڈو جام برانچ جوائن کریں آپ کا معاملہ حل ہوتا رہے گا۔ الحمدللہ! آج میرے بھائی دلجمعی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

''خاک سارانِ جہاں کو اہلِ عظمت کر دیا''

عابد علی
لیکچرر شعبۂ اردو گورنمنٹ ڈگری کالج ٹنڈو جان محمد

ارشادِ باری تعالیٰ ہے! کہ ''اے انسان تو میرا ذکر کر، میں تیرا ذکر (مخلوق) میں کروں گا'' اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ، یہ تجرباتی و مشاہداتی حقیقت ہے کہ خدا کو یاد کرنے والے کا چرچا فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک تمام مخلوق جن و بشر، شجر و حجر، چرند و پرند اور خود خالقِ کائنات کرتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کی شخصیت رب تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں سے ایک ہے جن کا نامِ نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

اس عاجز و ناقص بندے نے بھی مختلف شخصیات سے قبلہ محترم علیہ رحمہ کا نام سن رکھا تھا اور چند کتابچے ''زندگی بے بندگی شرمندگی'' جانِ جاناں'' اس میں ایک ادھ اور کا اضافہ کیا جاسکتا ہے پڑھے، مگر اس مردِ مومن سے بالمشافہ ملاقات کا شرف اعظم بیگ کی رہائش گاہ پر ۲۸ دسمبر ۲۰۰۷ء کو حاصل ہوا۔ یہ میری سستی یا بدنصیبی رہی کہ ملاقاتوں کا سلسلہ طویل نہ ہوسکا مگر اس ملاقات نے میرے دل و دماغ پر گہرے مثبت اثرات مرتب کیے۔ خاک سارانِ جہاں کی عظمت سے کون انکاری ہے کہ محبوب کبریا ﷺ و اصحابِ رسول ﷺ اور اسلافِ صالحین کے عجز و انکسار اور خاک نشینی کے واقعات و تعلیمات سے آج بھی ہماری کتب و اذہان مرقوم ہیں، مگر آہ! صد آہ اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ جیسی شخصیات میں ہی نظر آتا ہے (موجودہ عہد میں ایسے صاحب دل افراد کی تعداد اتنی بھی نہیں کہ انگلیوں پر گنی جاسکے)۔ مجھے عملی عاجزی اور حقیقی انکسار کا مثالی نمونہ اس عظیم شخصیت کی گفتگو میں نظر آیا، جو اعظم بیگ کے ملازم اور ان کے برادرِ اصغر سے عقیدۂ حق کے موضوع پر ہو رہی تھی۔ یہ دونوں نوجوان ڈاکٹر صاحب سے گفتگو کے دوران زیادہ کلام کر رہے تھے یہاں تک کہ اعظم بیگ کو اپنے بھائی کا یہ انداز بھلا نہ لگا۔ ملازم تو باقاعدہ علمی حوالے و عقلی دلائل پیش کر رہا تھا اور ڈاکٹر صاحب جی جی اور ہاں ہاں کی تکرار فرما رہے تھے گویا، ڈاکٹر، پروفیسر، عالم، محقق، عقل و دانش کے علَم بردار تو طفلِ مکتب نظر آرہے تھے، اور وہ دونوں نوجوان ''نوجوان'' ہی نظر آرہے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ جن کتب کے حوالے دے رہے تھے اور جن خیالات کا اظہار کر رہے تھے ''وہ سب حوالے اور خیالات ڈاکٹر علیہ رحمتہ کی کتب سے ماخوذ تھے'' دورانِ گفتگو بناوٹ و تصنع سے پاک ''جی جی'' اور ''ہاں، ہاں'' کے الفاظ کی تکرار ڈاکٹر صاحب کی زبان خوش اخلاق سے کانوں میں رس گھولتی ہوئی آج تک دل میں سمائی ہوئی ہے۔ عمومی رویہ ہے کہ لوگ اپنی بات سنا کر یا اونچی آواز میں بول کر متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کے منفرد انداز سے یہ محسوس ہوا کہ دوسرے کی بات سن کر بھی اسے متاثر کیا جاسکتا ہے اور پیغامِ حق پہنچایا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمتہ کی یہ کسرِ نفسی ہی ان کے مقامِ عبدیت کی غمازی کرتی ہے۔ پیغام محمدی ﷺ اور تعلیمات محمدی ﷺ کو عوام و خواص کے دل و دماغ میں مرتسم کرنے کا دل آویز انداز و اسلوب مجھے کسی اور کے ہاں نظر نہیں آیا۔

☆☆☆

marfat.com

قولِ ولی، صداقت کے آئینے میں۔۔۔

مرزا اعظم بیگ مسعودی

دیکھنے اور سُننے میں یہ بات آئی ہے کہ ہر ایک شخص دوسرے یا تیسرے کے بارے میں یہ رائے ضرور رکھتا ہے کہ اس کے ''قول و فعل میں تضاد ہے''۔ شاعر، ادیب، مقرر، واعظ اور ناصح ہر ایک کے ہاں شعلہ بیانی، زود کلامی، اسلوب کی رنگینی اور زبان دانی سبھی کچھ ملتا ہے مگر قول کی پاسداری تحریر کی حق گوئی کسی کسی کے حصے میں آتی ہے، جب کہ ایک مسلمان کے لیے اللہ کا یہ حکم کافی ہے کہ ''تم وہ کیوں بولتے ہو، جو کرتے نہیں''۔ اپنے ہی قول میں صادق ہونے کی بہترین مثال تو ہمیں صادق الامین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عملی زندگی میں نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے'' یا حضرت سلمان فارسی کو اپنی آل قرار دینا اور اس کو اپنے عمل سے ثابت بھی کرنا، تو گویا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قول کی پاسداری ایک اخلاقی فریضہ ہے اور اس سے بڑھ کر حکمِ ربانی اور سنتِ محمدی بھی ہے۔ یہاں یہ نقطہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ کسی کو اپنا کہنا اور تا زندگی اس اپنائیت کی پاسداری کرنا بھی سنتِ رسول ﷺ ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کو اس سنت پر عمل کرتے ہوئے اس وقت دیکھا جب قبلہ علیہ رحمہ کی زبانِ خوش الحان سے محمد شریف قادری کے لیے یہ جملہ صادقہ ادا ہوا کہ ''کاوش صاحب آپ سے محبت فرماتے تھے لہٰذا ہم بھی آپ سے محبت کرتے ہیں۔'' پروفیسر حضرت مسعود صاحب نے زندگی بھر اس اپنائیت کی پاسداری کچھ اس طرح کی کہ سالانہ عرس مبارک کی تقریب میں مریدین و محبین کی کثیر تعداد اور تقریب کے جملہ انتظامات میں مصروفیت کے باوجود بعد اذاں محفل، محمد شریف قادری کی عدم موجودگی کے بارے میں خالد بیگ سے استفسار فرمایا کہ وہ کیوں نہیں آئے؟ خالد بیگ نے عرض کی کہ حضرت وہ تو آئے تھے، تو حضرت نے بعد توقف کے فرمایا کہ وہ ہم سے کیوں نہیں ملے!۔۔۔ (خالد بیگ ہم سے پہلے کراچی پہنچ گئے تھے اور شریف بھائی دورانِ سفر کراچی، ناگزیر وجوہ کی بنا پر واپس گھر لوٹ گئے تھے) محمد شریف قادری کو ہزاروں کی موجودگی میں یاد رکھنا آپ علیہ رحمہ کے قول میں صداقت کی دلیل ہے یا اُس وقت جب پروفیسر عبدالرحمٰن نے حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ سے اپنے ایک دیرینہ دوست کا تعارف اس طرح کرایا کہ ''حضرت آپ تو جانتے ہوں گے میرپر خاص کے معروف ہائی کورٹ وکیل محمد شریف، اُن کے یہ بیٹے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ ہم تو میرپور خاص میں صرف ایک ہی شریف کو جانتے ہیں، محمد شریف قادری۔۔۔ اور اس وقت تو حضرت کا شریف بھائی سے گہرا دلی لگاو زیادہ سامنے آیا جب پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب کی والدہ ماجدہ کے پُرسے کے لیے حضرت مسعودِ ملت، میرپور خاص تشریف لائے تو اس وقت شریف بھائی حضرت صاحب کو عبدالرحمٰن صاحب کے گھر تک لانے کے لیے بطور گائیڈ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ گھر آنے کے بعد شریف بھائی کچھ ضروری کام کے سلسلے میں کچھ دیر کے لیے حضرت کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ لیکن اس وقت بھی حضرت کی زبان سے وہی جملہ ادا ہوا جو قول کی پاسداری اور اپنائیت کی بھرپور غمازی کرتا ہے کہ ''ہمارے رہنما، شریف بھائی کہاں چلے گئے؟ حضرت کی محبت اور شریف بھائی سے دلی لگاو کیوں نہ ہو شریف بھائی حقیقتاً محبت و اخلاص کے پیکر ہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

''مسعودِ ملت'' فیاض احمد کاوشؔ کی نظر میں

پروفیسر فیاض احمد کاوشؔ (مرحوم)

ڈاکٹر صاحب کی روز مرہ زندگی میں ایسے محیر العقول واقعات دیکھنے میں آتے ہیں جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا طُرّہ ٔ امتیاز رہے ہیں بلا مبالغہ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ان کی پُرکشش شخصیت سے کوئی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کا دل محبت و شفقت کے امنڈتے ہوئے جذبات کا بحر نا پیدا کنار ہے۔ ان کا سینہ انوار و تجلیات کا خزینہ ہے۔ آپ کی نورانی تربیت سے نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے انسان راہِ راست پر آگئے اور آپ کے روحانی اثرات سے نہ جانے کتنے تاریک دل نورِ ایمانی سے جگمگانے لگے۔

بلاشبہ اس گئے گزرے زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی ہمہ گیر شخصیت ایک ایسا مینارۂ نور ہے جس کی روشنی میں۔ علم و عمل میں ہم آہنگی پیدا کر کے منزل مراد حاصل کی جا سکتی ہے۔

(مطبوعہ ماہنامہ ''ضیائے حرم'' لاہور شمارہ نومبر ۱۹۷۶ء)

☆☆☆☆☆

SHIMLA BAKERS

SWEETS, NIMKO AND BAR B.Q.

ہمارے ہاں شادی اور پارٹی وغیرہ کے موقع پر آرڈر پر مال دستیاب ہوتا ہے۔

حیدر آباد روڈ، میر پور خاص۔

0333-2972064

marfat.com

بارگاہِ مسعودی، ایک تأثر

ماجد حسن
لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ ماڈل کالج میرپور خاص

بارگاہِ مسعودی میں باریابی کا شرف، پروفیسر عبدالرحمان صاحب کے توسّط سے حاصل ہوا، حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ رحمہ کے عرس شریف کے موقعے پر۔ اس آستانۂ عالیہ کے حسنِ ترتیب، تنظیم و توازن نے ایسا گرویدہ کیا کہ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔ اتنی متشرع محافلِ روحانی کہ مکروہات کا گزر نہیں، پھر اس پر علما و مشائخ کی تقریر ہائے بلیغ و بسیط۔ ان اعراس مقدسہ کو بہ آسانی تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، تقریر و تبلیغ، ہدیہ ہائے نعت شریف اور صدارتی خطبہ۔ اول الذکر حصے میں (اگرچہ اسے ثانی الذکر سے فوقیتِ ترتیب نہیں البتہ یہاں مضمون میں مرتب کیا گیا ہے۔) اصلاح احوالِ دین و دنیا کے ساتھ ساتھ، طریقت و اہلِ طریقت سے استفادہ و محبت کا روحانی ماحول دستیاب ہوتا ہے۔ ذرا دل میں لگن ہو بس فیض ہی فیض۔ ہر مقرر کسی نہ کسی عنوان کے تحت اپنے مضمون سے کما حقہ فیض یاب کرنے میں مگن ہے۔ ڈاکٹر رضوان احمد دامت برکاتہم ایسے جید عالم، ہر لفظ مرتب، اگرچہ تقریر فرماتے ہیں مگر لگتا ہے لفظوں کی حسین مالا پرو رہے ہیں۔ اس حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ سننے والا کپڑے جھاڑ کر نہیں اٹھتا، جھولیاں بھر کر اٹھتا ہے۔

ثانی الذکر حصہ تو ہے ہی اتنا شان دار کہ اس کے بارے میں لکھنا حقیقتاً اپنے نامۂ اعمال کو سنوارنے کا بہترین ذریعہ ہے کہ اس ضمن میں کوئی عامی کیا لکھ سکتا ہے۔ اہلِ دل و اہلِ محبت کے سکون و سرور کا منبع، داغ ہائے دل و نظر کا مداوا، کیف و سرور بہ پیرایۂ مدحت سلطانِ دو جہاں ﷺ، پڑھنے والوں کے لیے خوش گلو یا سُروں کا رمز آشنا ہونا شرط نہیں ہے، دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا چراغ روشن ہونا ہی کافی ہے، کوئی ہاہا، واہ واہ کا شور نہیں، مزے لینے والے سرور میں ہیں مگر مؤدب، نذرانہ بھی دیا جاتا ہے مگر کسی کو کان و کان خبر نہیں، آخر میں پتا چلتا ہے کہ کچھ ملا ہے۔ سبحان اللہ! کیا سادگی ہے، کیا تازگی ہے، کیا حسن ہے، کیا دل بستگی ہے۔

آخر الذکر حصہ دراصل مذکورہ حصوں کی تزئین و توضیح، ترمیم و تصریح اور نتیجے کا بیان۔ ان آنکھوں نے آج تک ایسا صدر نشیں نہیں دیکھا جو دورانِ محفل، بہ وجوہ گفتگو بھی فرما رہا ہو اور ہمہ تن گوش بھی ہو، یہ بات یوں ہی نہیں کہی جا رہی بلکہ مشاہدہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ جب آپ علیہ رحمہ (پہلی دفعہ اس مضمون میں آپ کو علیہ رحمہ لکھتے ہوئے دل میں بے چینی سی ہے۔) اپنے خطبۂ فیض رسا میں تمام مقررین کی تقاریر کا احاطہ فرماتے تو کسی بھی

تقریر کا اہم پہلو یا جس کا تذکرہ آپ پسند فرماتے، رہتا نہیں تھا۔ اپنے لیے کبھی بھی ضمیر متکلم واحد یا جمع کا صیغہ استعمال نہ فرماتے۔ آپ کے لبوں سے لفظ ''فقیر'' اس شان سے ادا ہوتا تھا کہ ہزاروں شاہیاں اس فقر کے قربان یہ فقیری ہے کہ بادشاہی۔۔۔۔ ہمیشہ سامع و مخاطب کو تعظیم دیتے طریقۂ استدلال عام فہم و زود رسا، زبان سادہ تکلف و تصنع سے پاک، دوسروں کو سراہتے، ان کے بیانات کی توضیح و تصریح فرماتے، خطیب کا دل بڑھتا اور سامعین کا علم، گفتگو طویل نہ فرماتے، راست اور دوٹوک جید علما اور صاحبِ مقام و مرتبہ بزرگوں سے باوجود رشتے داری کے، اپنے تعلق کے اظہار میں حد درجے منکسر المزاجی فرماتے۔ اس موقع پر ''موجِ خیال'' کا حوالہ خوب رہے گا، جس میں اپنے والدِ ماجد شاہ محمد مظہر اللہ کا ذکر اس طرح فرماتے:

''اور سنیے! سلسلہ نقشبندیہ کے ایک اور بزرگ
حضرت مفتیِ اعظم محمد مظہر اللہ (شاہی امام مسجد فتح پور، دہلی)۔۔۔الخ''

غرض اُن کی گفتگو سُن کر ایمان تازہ اور سطحِ ایمان بلند ہو جاتی۔ راقم کے ایک دوست اپنے فرزند کو صاحب زادہ بلاتے ہیں، جو راقم سمیت کئی لوگوں کو کھلتا ہے۔ بہت کوشش کے باوجود اس کا اسم تکسیر ذہن میں نہ آتا تھا۔ پچھلے دنوں ''مکتوباتِ مسعودی'' کی ورق گردانی میں نظر پڑی کہ صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور دامت برکاتہم کے لیے حضرت نے احقر زادہ تحریر فرمایا ہے۔ کئی دنوں سے گتھی سلجھ نہیں رہی تھی، سو دیکھتے ہی دل کھل اٹھا۔ عالموں کے لیے تو یہ ایک معمولی بات ہوگی یا سامنے کی ترکیب۔ مگر عاجز و کم علم کے لیے یہ بڑی بات ہے۔ نجی گفتگو میں سائل کے سوال کو سُن کر اُس کے ہر ہر پہلو کا احاطہ کرنا اور کما حقہ جواب دینا آپ کا خاصا تھا۔ دینی خدمات کا تذکرہ تو اہلِ علم کا منصب ہے مگر راقم نے دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے آپ کو حقیقتاً ماہرِ تعلیم اور ایسا مثالی استاد محسوس کیا جو دُنیا بھر میں مُرَوج استاد کی معیاری تعریف پر پورا اُترتا ہے۔ خدا آپ علیہ رحمہ کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور ہم سب کو اہلِ اللہ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

مسعودِ ملّت علیہ رحمہ کے مٹھی کے شب و روز

حاجی محمد دل
سابق استاد، مٹھی

حضرت مولانا عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مرحوم کی شخصیت پر قلم اٹھانا مجھ ہیچم دان کی ہمت سے سو ہے۔ ہاں ان کے مٹھی میں گزرے شب و روز کو میں نے کس طرح دیکھا، اس کا اظہار کروں گا۔

ڈاکٹر صاحب ولی صفت شخصیت تھے۔ دھیمے لہجے میں گفتگو فرماتے، سنجیدگی اور صاف گوئی شخصیت سے ہویدا تھی۔ ہر ملنے والے سے، چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے نہایت اپنائیت اور محبت سے ملتے۔ وہ یقیناً صاحبِ علم دوست ادیب اور عالم تھے۔ ہر کام سچائی، ذمہ داری اور لگن سے کرتے۔ یکم نومبر ۱۹۷۴ء میں جب آپ مٹھی میں کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے تشریف لائے تو اس وقت مٹھی میں نہ کالج کی بلڈنگ تھی، نہ ان کی رہائش کے لیے کوئی جگہ اور نہ ہی وہاں کے لوگوں میں اتنا شعور تھا کہ یہاں کالج ہونا چاہیے اس ویرانے میں وہ کراچی جیسے بارونق شہر سے مٹھی وارد ہوئے تاکہ وہ ایک تعلیمی ادارہ ایسا بنا دیں جو علاقے کے لوگوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرے۔ ڈاکٹر صاحب کی کوشش صرف اور صرف یہی تھی کہ کسی طرح کالج قائم ہو اور تعلیم و تعلم کا آغاز ہو۔ آپ کی رہائش کے لیے اول اول ایک ایسی جگہ ملی جہاں ہُو کا عالم تھا۔ جہاں ہندوؤں کی نیچ ذات کے لوگ یعنی میگواڑ اور منگنہار رہتے تھے۔ ایک دین دار عالم، ولی صفت اور غیر معمولی روحانی صفات کا شخص ان لوگوں کے درمیان رہ رہا تھا۔ جہاں پینے کے لیے سمندر کے پانی جیسا کڑوا پانی، کھانے کے لیے لق و دق صحرا کی خشک سبزیاں میسر تھیں۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا اور اس پر مزید ستم یہ کہ صحرا کی جھلسا دینے والی گرم لُو۔ ایسے میں یہ ولی صفت شخص ان آزمائشوں سے جان چھڑانے کی بجائے وہاں رہنے کو ترجیح دے رہا تھا۔ علاقے کے سرکاری افسروں سے مل کر مقامی پرائمری اسکول میں دو کمروں پر مشتمل جگہ حاصل کی ایک میں کالج کی کلاس کا آغاز کیا جب کہ دوسرا کمرہ پرنسپل آفس کے لیے، چند کرسیاں اور بنچیں دونوں کمروں کے لیے حاصل کی گئیں۔ صرف ایک طالبِ علم آرٹس گروپ میں اس شرط پر داخل ہُوا کہ اس کی فیس معاف کر دی جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب اس ایک طالبِ علم کو سامنے بٹھا کر لیکچر دیتے۔ صبح وقتِ مقررہ پر یعنی ۸ بجے آفس پہنچتے اور تنہا بیٹھے کام کرتے رہتے۔ ٹھیک دوپہر ڈیڑھ بجے وہاں سے فارغ ہو کر شدید گرمی میں پیدل تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اپنی رہائش گاہ پہنچتے۔ آپ نے ان تکالیف کا کچھ شکوہ بھی نہ کیا بلکہ فرماتے کہ خدا نے مجھے حقیقی طور پر اپنے ذکر و عبادت کا موقع فراہم کیا ہے۔ اور فرماتے کہ مجھے رات کی تنہائی میں آسمانِ دنیا پر رم جھم کرتے چاند تاروں کی روشنی میں تھر کی ٹھنڈی ہواؤں میں فرحت محسوس ہوتی ہے۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں یہی منظر ہوا کرتا تھا۔

جب رات کی تاریکی میں اس علاقے کے گھر گھر سے چکی چلنے کی آوازیں فضا میں گونجتی تو فرماتے کہ حضور

marfat.com

ﷺ کے زمانے میں بھی یہی کچھ ہوتا ہوگا۔ جس اکلوتے کمرے میں رہائش رکھتے وہاں چاروں طرف کتابیں ہی کتابیں ہوتیں۔ ان کے درمیان میں بیٹھ کر علمی کام کرتے۔ مَیں نے آپ کے شاہ عبداللطیف بھٹائی پر کام کے حوالے سے لکھے صفحات کا مطالعہ کیا تھا۔ آپ کی گفتگو صحابہ کی یاد دلاتی تھی۔ نماز اکثر گھر میں ادا فرماتے۔ گھر کی صفائی کے لیے بھنگن آتی تو اصرار فرماتے کہ کسی مرد کو صفائی کے لیے بھیجا جائے۔ جمعہ، مغرب اور فجر کی نمازیں جامع مسجد مٹھی میں ادا فرماتے۔ جامع مسجد کے پیش امام مولوی محمد قاسم درس کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ لہٰذا جمعے کی نماز ڈاکٹر صاحب ہی پڑھاتے۔ فرض نماز کے بعد مقتدی آپ کی دعا کے منتظر رہتے، طویل دعا کے باوجود بھی مقتدیوں کا اصرار ہوتا کہ دعا کو اور طویل کریں، کیوں کہ جب حضرت دعا فرماتے تو ایک عجیب روحانی کیفیت و سرور کا سماں بندھ جاتا۔

اللہ آپ کے درجات مزید بلند فرمائے اور ہمیں اُن کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

☆☆☆☆☆

تاثرات

خان عبدالقیوم شاہد

کوآرڈینیٹر اولڈ اسٹوڈینٹس ایسوسی ایشن میرپور خاص

مَیں چونکہ اسٹوڈینٹس یونین کا صدر تھا اور کالج میں لیڈری کرنے جاتا تھا، ہم چند چلبلے دوست کلاسز میں رسمی طور پر ہی حاضر ہوتے تھے، کیوں کہ ہمیں پڑھنا ہی نہیں تھا بلکہ لیڈر بننے کا شوق تھا اور یہی ہمارے سَر پر سوار تھا، اساتذہ بھی ہم سے الرجک تھے، مگر ایک ذات تھی جو ہم سے بھی بڑی شفقت سے پیش آتی تھی۔ وہ تھے ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ۔ صرف ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کی کلاس میں حاضر ہوتے۔ ان کی موجودگی ہم پر سحر طاری کردیتی اور ہم شرارتوں سے بچ رہتے۔ آج جب مَیں بڑھاپے کی دہلیز پر ہوں، ڈاکٹر صاحب کی کلاس میں موجودگی کی خوش بو اب تک محسوس کرتا ہوں اور مسرور ہوتا رہتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

مجدّدِ عصر

مفتی محمد شریف سعیدی
صدر جمعیت علمائے پاکستان، میر پور خاص ڈویژن

انسان کی یہ خواہش فطری ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد کسی طرح دنیا میں اس کا نام رہے۔ اولاد کی صورت میں، نیک نامی کی صورت میں، اللہ کے محبوبوں کی غلامی کی صورت میں۔ اس خواہش کے پس منظر میں فنا کے بعد بقا کی خواہش کارفرما ہوتی ہے کہ کسی حوالے سے، کسی نسبت سے، اسے جانا جائے، پہچانا جائے، مگر اہلِ طریقت جو کام کرتے ہیں، رضائے الٰہی کے لیے کرتے ہیں۔ نام ونمود کی خواہش اور کسی قسم کا دعویٰ ان کے مسلک میں نہیں۔ وہ فانی ہو کر باقی باللہ ہو جاتے ہیں۔ مجددِ دوراں حامل شریعت وطریقت حضرت قبلہ مسعودِ ملت علیہ رحمہ کو کسی تعارف کی احتیاج نہیں وہ تو اپنی پہچان آپ تھے۔

اللہ کے حبیب علیہ السلام نے فرمایا ''جو جس سے محبت کرتا ہے، کثرت کے ساتھ اس کا ذکر بھی کرتا ہے ایک اور مقام پر حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اس کی محبت مانگتا ہوں جو تیرا پیارا ہے اور اس عمل کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے قریب تر کر دے۔'' ان احادیث کا مطالعہ کرتے جائیں اور مسعودِ ملتؒ کی حیاتِ مبارکہ پر نظر ڈالتے جائیں یقیناً جنھوں نے حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ سے ملاقات کی، انھیں دیکھا، ان کی مجالس میں حاضر ہوا، وہ سنتِ آقائے دوجہاں ﷺ کا پَرتو نظر آتے تھے۔ مجھ سیاہ کار کے لیے وہ لمحات وہ مجالس وہ شرفِ ملاقات وہ دست بوسی، زندگی کا سرمایۂ حیات ہیں کہ دل میں جو درخواست ہوتی، کوئی بھی علمی مسئلہ ہوتا، ان کی محفل میں لے کر حاضر ہوتا ان کی نظر کیمیا نے بھانپ لیا ایسا جانچا کہ لب خاموش رہے ملاقات ہی ملاقات میں تمام جوابات مل گئے اور تشفی ہوگئی ان کی محفل کا عجب رنگ دیکھا، مہکتا ہوا سماں دیکھا اور پھر آئندہ محفل کی تمنا دل میں رہتی کہ جو دل و دماغ کو معطر کردے اس عاجز کو وہ محفل بھی یاد ہے وہ ملاقات جو پہلی پہل محترم بھائی پروفیسر عبدالرحمٰن زید مجدہ کے واسطے سے نصیب ہوئی پھر یہ سلسلہ ایسا جڑا کہ آج کسی نہ کسی حوالے سے بندھا ہوا ہے اور اللہ کرے کہ تادمِ آخر بندھا ہی رہے۔ (آمین)

یہ سب اس مردِ قلندر کی نظرِ کرم کے طفیل ہے یہ بندۂ ناچیز اس محفل کو بھی اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتا ہے کہ آخری ملاقات وہ محفل اس کے نشست و برخاست وہ رس گھولتے ہوئے صدارتی کلمات اور یہ فقیر سمجھتا ہے کہ وہ محفلِ جانِ جاناں ﷺ میں مجھ عاصی پہ یہ نوازشات کہ لب کشائی کی سعادت پھر اپنے محبوب کلمات سے محفل کو سمیٹنا اور ہر ایک مقرر کو دادِ شفقت دینا۔ حضرت مسعودِ ملتؒ چلتے پھرتے سنتِ رسول ﷺ کی تصویر نظر آتے تھے۔ راقم الحروف نے محدثین و مفسرین کے جتنے اقوال ایک مجدد کے لیے پڑھے ہیں ان کو سامنے رکھا اور پھر حضرت ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد کی زندگی کے ایک ایک گوشہ کو دیکھا تو کوئی ایک بھی بیان کردہ مجدد کے بارے میں قول ایسا نہ تھا جو حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ پر صادق نہ آرہا ہو، اللہ پاک

marfat.com

نے اپنے حبیب ﷺ کی امت پر کرم فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمہ کے فیضان کو مجددِ دوراں حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمہ کے ذریعے سے ظہور فرمایا اور پھر اس مجددِ دوراں نے محدث بریلیؒ کا جو کام لیا وہ تا قیامت امتِ مسلمہ پر مسعودِ ملت کا ایک احسان عظیم ہے۔

ان کے مجدد ہونے پر کیسے شک کیا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے جن کے قلم سے نکلنے والی سیاہی کو اتنا مقدس رکھا کہ جتنی تصانیف اور تحریرات مجددِ دوراں حضرت مسعودِ ملتؒ نے لکھی ہیں آج تک ان کی حیات و وصال کے بعد بھی ان کا رَد تو کجا زبان بھی نہ ہلا سکا، جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا یہ عالَم، مجددِ دوراں مسعودِ ملت کے فیضان سے منور ہوتا جائے گا اور ہر اہلِ علم اپنی زبان سے، تحریر سے اور تقریر سے کہے گا کہ مجددِ دوراں ہیں مسعودِ ملتؒ۔ اللہ پاک ان کے مزارِ پُر انوار پر نور کی برسات اور تا قیامِ قیامت ان کے فیضان کو جاری و ساری رکھے۔ آمین

☆☆☆☆☆

تاثرات

پروفیسر عبدالباطن

سابق پرنسپل شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میرپور خاص

میں ۱۹۵۲ء میں لیکچرر مقرر ہو چکا تھا، ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۸ء میں تشریف لائے، ہم نے مل کر کالج کی تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ کبھی کالج میں ڈاکٹر صاحب نے فالتو وقت نہ گزارا، کلاس نہ ہوتی تو سیمینار میں بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف رہتے۔ دیگر اساتذہ سے بہت کم دنیاوی گفتگو فرماتے، اس وجہ سے ہر شخص آپ کی عزت کرتا۔ یہیں پر رہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی شادی ہوئی تھی۔ ہم نے ان کے ولیمے کی تقریب میں شرکت کی۔ وہ بہت شفیق انسان تھے۔ یہاں سے جانے کے بعد بھی ہم سے رابطہ میں رہتے۔ وصال سے قبل بھی کراچی میں میری رہائش گاہ پر میری طبیعت کا سُن کر آئے، بہت دعائیں دیں اور تعویذ بھی عنایت فرمایا۔ بہت عظیم انسان تھے، وہ بھلائے نہیں جاسکتے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

اقبال کا مومن

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی
سابق چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد

مَیں شکارپور سے ٹرانسفر ہوکر ۱۹۵۷ء میں شاہ عبداللطیف سائنس کالج میرپورخاص آیا۔ ڈاکٹر صاحب بعد میں ۱۹۵۸ء میں تشریف لائے۔ اس طرح ایک نادرِ روزگار شخصیت کا ہمارے ٹیچنگ اسٹاف میں اضافہ ہوا۔ پروفیسر کرار حسین ہمارے پرنسپل تھے۔ ان کی سربراہی میں بہت اچھا وقت گزرا۔ پھر میں ڈاکٹر صاحب سے پہلے ۱۹۶۵ء میں ٹرانسفر ہوکر نواب شاہ گیا اور وہاں سے اعلیٰ تعلیم کے لیے کنیڈا چلا گیا۔ واپس آیا تو سکھر میں پوسٹنگ ملی، وہاں سے ۱۹۷۵ء میں مٹھی تبادلہ ہوگیا، جہاں پہلے سے حضرت بطور پرنسپل موجود تھے۔ اس زمانے میں مٹھی کالج پرائمری اسکول کی عمارت میں قائم تھا۔ مٹھی میں ہم اسٹاف کے افراد بعد از کالج بالکل فارغ رہتے تھے لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے مجھے معاشیات پر عبور رکھنے کے باعث اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی معاشیات کے موضوع پر ایک کتاب عناعت فرمائی اس کا مطالعہ کر کے میں ششدر رہ گیا اور حیرت میں پڑ گیا کہ ایک مولوی نے اس قدر عظیم فکر معاشیات مسلمانوں کو عنایت فرمائی لہذا اس کتاب سے متاثر ہوکر میں نے ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر ایک مقالہ بعنوان ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے معاشی نکات جدید معاشیات کی روشنی میں'' تحریر کیا۔ آج ڈاکٹر صاحب ہی کی کوششوں سے یہ مقالہ دنیا بھر میں مختلف زبانوں میں تراجم ہوکر اب تک شائع ہورہا ہے۔ اعلیٰ حضرت پر تحقیقی کام پر آج عالمِ اسلام آپ کو ماہرِ رضویات کے لقب سے پکارتا ہے۔ بعدازاں آپ نے امام ربانی مجددِ الف ثانی پر جو تحقیقی کام انجام دیا وہ قابلِ تحسین ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے حسنِ اخلاق، علمی تدبر اور معاملات سے متعلق کیا عرض کروں میرے لیے ان کی شخصیت حیرت انگیز تھی، مَیں اکثر اپنے دوستوں سے کہا کرتا تھا کہ اگر اقبال کا مومن دیکھنا ہو تو ڈاکٹر صاحب کو دیکھ لو۔ مَیں اور ڈاکٹر صاحب سندھ بھر میں ٹراسفر ہوتے رہے مگر ہمیشہ رابطے میں رہے اور وقتاً فوقتاً ملاقاتیں بھی ہوتی رہیں۔

آج وہ ہم میں بظاہر موجود نہیں مگر ان کی علمی کاوشیں اور سحر انگیز شخصیت ہمارے دلوں میں زندہ و جاوداں ہے اللہ عزوجل ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے اور ان کے پسماندگان، متعلقین و مریدین کو ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

باکردار و باعمل منتظم

پروفیسر احسان قادر
شعبۂ طبیعات، گورنمنٹ کالج ٹنڈو جان محمد

یہ ان دنوں کی بات ہے۔ جب میری پوسٹنگ گورنمنٹ کالج سکرنڈ میں تھی۔ پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب بحیثیت پرنسپل ہمارے کالج میں تبادلہ ہو کر آئے۔ ریلوے اسٹیشن کے قریب رہائش اختیار کی۔ دو سال کا عرصہ گزارا، جب تک رہے، ہر ایک کی نگاہوں کا مرکز بنے رہے۔ یہ ۷۹۔۱۹۷۸ء کا دور تھا۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لا میں سرکاری ادارے خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔ مسعود احمد صاحب نے نہ چاہتے ہوئے بھی کئی اساتذہ کی کوتاہیوں پر اظہارِ وجوہ کے نوٹس جاری کیے۔ لیکن اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، جب ان کا ٹرانسفر ہونے لگا، تمام مذکورہ لیٹرز منسوخ کر دیے۔ حقیقتاً وہ اس کارروائی کے حق میں نہیں تھے۔ ڈیوٹی کے دوران شیروانی زیبِ تن فرماتے۔ ذاتی کام سے اجتناب کرتے، ہاں کالج اوقات کے بعد ذاتی کام کرتے۔ کالج میں اسٹاف سے ضرورتاً ملاقات فرماتے۔ چاپلوسی کے لیے انھیں ہرگز نہ بیٹھنے دیتے، دورانِ ملازمت کبھی افسران کی آؤ بھگت کرتے نہ دیکھا۔ جو بھی آفیسر آتا اس کا استقبال اپنے پرنسپل روم میں کرتے۔

پروفیسر صاحب چلتے وقت نگاہیں نیچی رکھتے۔ پابندی سے چہل قدمی کو جاتے۔ سکرنڈ میں قاضی روڑ پر واقع شہری لائبریری میں زیادہ وقت گزارتے، سواری سے عموماً اجتناب کرتے، پیدل چلنے کو فوقیت دیتے۔ ایک مرتبہ کالج کے کلرک نے بتایا کہ ''سر آپ نے ٹی۔ اے میں چھپن روپے لکھے ہیں جب کہ دیگر آفیسر اس سے زیادہ لکھتے ہیں'' پروفیسر صاحب نے فرمایا ''اتنے ہی خرچ ہوئے ہیں، یہی لکھے جائیں'' میں نے اپنی زندگی میں ایسا پرہیزگار انسان نہیں دیکھا۔ وقت کی سختی سے پابندی کرتے۔ آپ چلتے پھرتے ولی بابا تھے۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ فوٹو کھنچوانے سے اجتناب کرتے تھے۔ سکرنڈ کے زمانۂ ملازمت میں مولانا احمد رضاؒ کی جیومیٹری سے متعلق کتاب پر کام کر رہے تھے۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ ان کا اپائنٹمنٹ اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد میں ہو گیا ہے۔ نہ معلوم کن وجوہ سے قبول نہ کیا۔ گھر میں کتابوں کے درمیان رہتے۔ فرش پر سوتے، جب کہ چپڑاسی چارپائی پر سوتا۔ ان کی زندگی میں سادگی ہی سادگی تھی۔ یقیناً ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

ایمان افروز یادیں

پروفیسر لیاقت عزیز سولنگی
مرکزی صدر سندھ پروفیسرز اینڈ لیکچررز ایسوسی ایشن

میں ۱۹۷۳ء میں، ٹنڈو محمد خان میں پروفیسر مسعود احمد صاحب کے ساتھ رہا۔ کالج میں ایسا لگتا تھا کہ خلفائے راشدین کا دور آگیا ہو۔ ہر کام سلیقے سے ہوتا تھا۔ پروفیسر صاحب ہمیشہ اپنے دفتر میں پانچ منٹ پہلے پہنچتے۔ اسی وجہ سے اساتذہ بھی پابندی کرتے، دفتری کام دفتری کاغذ اور پین سے کرتے۔ ذاتی کام کے لیے اپنے بیگ سے کاغذ قلم نکالتے ہر ماہ ۵۰ روپے کالج کے اکاؤنٹ میں جمع کراتے کہ کہیں مجھ سے کالج کی کوئی شے استعمال میں نہ آگئی ہو۔ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت سے تعلقات بہتر بناؤں اس کے لیے ایک تدبیر سوچی کہ اس وقت کے ایک مشہور بزرگ قبلہ زین العابدین شاہ جیلانیؒ سے میرے تعلقات تھے۔ لہٰذا ایک روز موقع پا کر میں نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کیا کہ یہاں ایک روحانی شخصیت ہیں، کیا آپ ان سے ملنا چاہیں گے تو فقیر بندوبست کر سکتا ہے، جواب اثبات میں تھا، لہٰذا ڈاکٹر صاحب اور میں حاضر خدمت ہوئے، انھوں نے حضرت سے ہاتھ ملاتے ہوئے استفسار فرمایا کہ آپ شہودی ہیں یا وجودی؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ شہودی، پھر کیا تھا ڈاکٹر صاحب کو سینے سے لگایا اور دونوں اولیاء اللہ میں ہم گفت وشنید ہونے لگی۔ دونوں کس زبان میں گفتگو کر رہے تھے میں آج تک سمجھ نہ سکا، پھر نماز کا وقت ہو گیا اور ڈاکٹر صاحب کی امامت میں حضرت زین العابدین شاہ جیلانیؒ نے نماز ادا فرمائی اور مجھے فرمایا کہ میں کسی غیر کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتا مگر آج امامت کے قابل بندہ ملا ہے تو نماز ادا کر لی ہے۔

حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے بچوں کو سندھی زبان سیکھنے کے لیے کسی مربی کا انتظام کریں لہٰذا میں نے ایسا ہی کیا مگر بدنصیبی یہ کہ حضرت کا تبادلہ ہو گیا اور میں حضرت کی خواہش پوری نہ کر سکا میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں آپ کا تبادلہ رکوا دیتا ہوں لیکن حضرت نے مجھے یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ جو "حکم ربی ہے ہم اس پر راضی ہیں"۔ آج تک سندھ کے کالجز میں تعلیمی سرگرمیاں معدوم ہو چکی ہیں، جس کی وجہ ڈاکٹر صاحب جیسی شخصیت کا نہ ہونا ہے۔ مجھے اس وقت مزید حضرت کی شخصیت و کتب کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ ہوا، جب میری گذشتہ برس حج کی سعادت کے دوران انڈین زائرین سے ملاقات ہوئی ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ہندوستان میں بھی حضرت کی تحریریں اور شخصیت بہت مقبول ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے ریٹائرڈ ہونے کے بعد میں رابطے میں نہیں رہا، اچانک ۲۰۰۶ء پروفیسر عبدالرحمن کی زبان سے ایک محفل میں ڈاکٹر صاحب کا نام سنا تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب حیات ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں۔ لہٰذا میں طویل عرصے کے بعد آپ کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں الحمد للہ میں نے حضرت سے ٹیلی فون پر بات کی مگر میری بدنصیبی کہ مصروفیت کے باعث بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکا جس کا مجھے ہمیشہ ملال رہے گا۔

marfat.com

آہ۔۔۔حضرتِ مسعود علیہ رحمہ

فضل الرحیم فیض سکندر تی، تھر پار کر سندھ

بساطِ بزم الٹ کے کہاں گیا ساقی　　　　فضا خموش سب چپ اداس پیمانے

حضرت نصیر گولڑوی نے نہ معلوم کس کیفیت میں یہ شعر کہا تھا مگر حضرت مسعودِ ملت علیہ رحمتہ کے متعلق جب کچھ ذہن میں خیال آتا ہے معاً یہ شعر زبان پہ آجاتا ہے ''ساقی'' نے کیا کیا عنایتیں فرمائیں، وہ تو شریکِ محفل جانیں، جو محرمِ راز تھے ہم نے تو دور صحرائے تھر میں بیٹھے ''پیمانے'' کی جھنکار سنی تھی لیکن وہ جھنکار بھی کیا ایمان افروز تھی کیمیائیت عجب بندگی پیرِ مغاں خاک او گشتیم و چندیں در جاتم دادند

حضرت مسعودِ ملت کا نام تب کانوں میں پڑا جب پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ ماموں زاد بھائی مولانا سخی محمد صاحب کے کتب خانہ سے چرا کر اردو اور سندھی کتابیں پڑھا کرتے تھے، مولانا کتاب کے معاملے میں ذرا سخت واقع ہوئے تھے، ان کتابوں میں ماہ نامہ ''ضیائے حرم'' کے کچھ شمارے بھی ہاتھ لگ گئے۔ ان دنوں حضرت کا ''سفرنامۂ مٹھی'' ضیائے حرم میں قسط وار شائع ہو رہا تھا اپنے ہی علاقے کے حالات، شستہ زبان، میٹھا انداز اور ہر سطر کے اندر بہت سارے الفاظ انڈر لائن کیے ہوئے، طنز و مزاح سے بھرپور تحریر نے بہت متاثر کیا۔ والد صاحب مرحوم حاجی محمد سلیم مہران حضرت کے بہت بڑے مداح تھے کہا کرتے تھے کہ ''مسعود کی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہاتھ سے پکڑ کر ہمیں وہاں جا کر کھڑا کرتے ہیں جہاں وہ خود موجود ہیں اور ہر چیز ہمیں صاف صاف محسوس ہو رہی ہوتی''۔

عید رجب المرجب کی سالانہ تقریبات اور جامعۂ راشدیہ کا سالانہ جلسۂ تقسیمِ اسناد اکھٹے ہوتے ہیں، ان تقریبات میں شریک ہونا حضرت صاحب کا معمول تھا، وہیں پہلی زیارت ہوئی اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمہ کے متعلق بھی حضرت کی تحریر سے شناسائی ہوئی۔ وہ اپنے آپ میں انجمن تھے، سچ تو یہ ہے، ان کا کام ہزاروں انجمنوں سے بھاری ہے۔ ایک شفیق اور باکردار انسان جن کو ہر دیکھنے والی آنکھ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اتنے پُر خلوص اور دیانت دار کہ جن کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جائے۔ ان کی تحریر عجب رنگ کی ہوتی تھی مدلل، شستہ، رواں اور بامحاورہ تحریر، جس میں موقعے کی مناسبت سے اردو اور فارسی اشعار رقم ہوتے۔ فقیر نے حضرت کے چند مقالات سندھی میں ترجمہ کیے، جو کچھ جمع ہو چکے ہیں اور کچھ زیرِ طبع ہیں تازگی، رنگینی اور لطافت کے ساتھ ان کی تحریر میں ایک تاثر ہوتا ہے، جو قاری کو قائل کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔ وہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں علیہ رحمہ پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ پاکستان بلکہ عالمی سطح پر علمی و ادبی حلقوں کو متعارف کروایا، اسلامی نظریات و عقائد پہ مختصر لیکن مدلل کتابیں تحریر فرمائیں۔ آخر عمر میں حضور مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے متعلق حقیقی معنوں میں ایک انسائیکلو پیڈیا تحریر فرمایا جو تیرہ ضخیم جلدوں میں ہے ''جہانِ امام ربانی'' کے نام سے شائع ہوا۔ مواد کی کثرت کی وجہ سے تین اور جلدیں باقیاتِ جہانِ امام ربانی کے نام سے طبع ہو کر قارئین تک پہنچ چکی ہیں۔

بہت ہی شفیق، بہت ہی مہربان ہستی جنھیں اہلِ دل حافظ کے اس شعر کے مصداق یاد رکھیں گے۔

چشم فلک ندیدہ زیں کو بتر حریفے　　　　در دام کس نیفتۂ زیں خوبتر شکارے

marfat.com

علمی دنیا کے عظیم اسکالر

حضرت مولانا حافظ مفتی عبدالرزّاق مہران سکندری مدظلہٗ (سانگھڑ)

اس دنیا میں اپنے فائدے کے لیے تو ہر ایک جیتا ہے لیکن دوسروں کو فائدہ دینے کے لیے کوئی ایک ہوتا ہے جو شمع کی مانند خود کو مٹا کر دوسروں کو ضیاء بخشتا ہے، جو اپنے فائدے سے زیادہ دوسرے کے فائدے کو اوّلیت دیتا ہے، جو اپنی مختصر اور مستعار زندگی میں ایسا انمول کردار اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے، جس سے آنے والی نسلیں صدیوں تک مستفید ہوتی رہتی ہیں۔

ایسے عظیم انسانوں میں مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔ میری ملاقات غالباً ۱۹۸۷ء کو ٹھٹھہ سندھ میں ہوئی، جب کہ حضرت صاحب وہاں ڈگری کالج میں پرنسپل تھے۔ میں ان دنوں صبغۃ الاسلام سانگھڑ میں زیرِ تعلیم تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب کی علمیّت اور خدمتِ دیں کے بارے میں پروفیسر فیاض احمد کاوش اور استاد مفتی در محمد سکندری علیہ رحمہ سے سنا کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ نے اپنے حُسنِ اخلاق سے پہلی ہی ملاقات میں اپنا گرویدہ بنالیا۔ جب میں تعارف کرانے لگا تو فیاض احمد کاوش کا حوالہ دیا۔ یہ سن کر ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنی تصنیف شدہ کتب میں سے کچھ کتابیں تحفۃً عنایت فرمائیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ حضرت سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ اصول تھا کہ خط بھیجنے والے کو جواب ضرور عنایت فرماتے۔ ۲۴ فروری ۱۹۹۰ء کو جب راقم الحروف کی دستار بندی ہوئی اور تنظیم المدارس کے تحت ایم۔اے کا امتحان بھی ہو چکا، تو مزید تعلیم کے لیے ڈاکٹر صاحب کو مشورۃً ایک خط لکھا، تو آپ نے مندرجہ ذیل جواب عنایت فرمایا۔ ''۱۴ نومبر ۱۹۹۰ء مکرمی زیدہ مجدہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کے دونوں نوازش نامے موصول ہوئے، یادآوری کا ممنون ہوں، اگر آپ نے عربی میں ایم۔اے کیا ہے تو امام احمد رضا پر عربی میں پی۔ایچ۔ڈی کرلیں اور تنظیم المدارس کا امتحان پاس کیا ہے تو شاید پی۔ایچ۔ڈی سے پہلے علوم اسلامیہ میں ایم۔اے کرنا ہوگا۔ امید ہے کہ آپ بخیر وعافیت ہوں گے دعاؤں میں یاد رکھیں'' فقط والسلام۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہٗ

آپ ہر عام وخاص سے ایک ہی طرح کا رویہ رکھتے تھے یہی مردِ کامل کی خوبی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے مقناطیسی کشش رکھی تھی کہ آپ جہاں رہے وہاں کے باسیوں کو حُسنِ اخلاق سے اپنا گرویدہ بنالیا۔ اس عاجز نے بارہا مشاہدہ کیا کہ بڑے بڑے عالم اور مفتی حضرات آپ علیہ رحمہ کا انتہائی ادب واحترام کیا کرتے تھے، علمی لحاظ سے آپ کی خدمات عالمِ آشکار ہیں۔ آپ کے علم کا اعتراف سندھ یونی ورسٹی کے اردو شعبہ کے صدر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان علیہ رحمہ نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ''میری پوری مدت ملازمت میں وہ میرے سب سے بہترین شاگرد رہے ہیں۔

marfat.com

مَیں ان پر بجا طور پر فخر کرسکتا ہوں، ان جیسے پاک باز، باکردار اور باصلاحیت طلبا موجودہ حالات میں خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ وہ ان مخلصین میں سے ہیں، جن پر فضلاء اعتماد کرسکتے ہیں اور جن پر کسی بھی یونی ورسٹی کو فخر ہوسکتا ہے''۔ ڈاکٹر صاحب نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے ''الم نشرح'' کر کے چھوڑا۔ آپ تحریر کے بے تاج بادشاہ تھے۔ آپ کی تحریر میں تحقیق کے ساتھ روانی اور چاشنی بھی نظر آتی ہے جو قاری کو پڑھنے پر مجبور کردیتی ہے۔ تحریر میں تجنیسِ حرفی اور عبارت آرائی بھی لاجواب ہے، یوں کہیے کہ موتی ہیں جو ایک مالا میں پروے ہوئے ہیں بقولِ حافظ شیرازی

مدعی گو ہر و نکتہ بحافظ مفروش
کلکِ مانیز زبانے وبیانے درد

ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد دوسو کے قریب ہے۔ ایک سو اردو مقالہ جات ہیں، جب کہ ایران سے شایع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا میں بھی آپ کے مقالہ جات کو شامل کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے قرآن، حدیث، فقہ، اخلاق، تصوف اور معاشیات کے موضوع پر پانچ سو سے زائد مقالے تحریر کیے ہیں، آپ کو علمی دنیا میں وہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی کہ شاید وباید۔ آپ کی حیات ہی میں آپ کی علمی وادبی خدمات پر بہار یونیورسٹی کے فاضل ڈاکٹر اعجاز انجم لطفی نے، پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی جِسے ضیاء الاسلام پبلشرز کراچی نے شایع کیا ہے۔ آپ کی تحریر کو اللہ تعالی نے وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو کر منظرِ عام پر آگئیں ہیں۔ دوسری خدمات کے ساتھ ساتھ آپ نے برِ صغیر کی دو عظیم شخصیتوں یعنی امام احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ رحمہ پر جو تحقیقی اور معیاری کام سرانجام دیا ہے ایسا کام شاید ہی پوری دنیا میں کسی علمی وروحانی شخصیت پر کیا گیا ہو۔ آپ کا یہ کام رہتی دنیا تک علمی وروحانی دنیا پر نصف النہار سورج کی مانند ضیا پاشی کرتا رہے گا۔ آپ کی شخصیت کے ہر پہلو پر اگر تحقیق کی جائے تو کافی کتابیں تیار ہوجائیں۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ گشت بعشق
ثبت از بر جریدہ عالم دوامِ ما (حافظ)

☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت مسعودِ ملّت اور خانوادۂ سرہند میر پور خاص

پروفیسر عبدالرحمٰن مسعودی
شعبۂ ریاضی، گورنمنٹ ابنِ رشد گرلز کالج، میر پور خاص

رب عزّ وجل جامع الواصلین ہے محبوب کو محبوب سے ملاتا ہے، مشہور مقولہ ہے ''دل سے دل کو راہ ہوتی ہے'' اور پھر جو خود اہلِ دل ہوں ان کا کیا کہنا، یہی ایک روحانی تعلق تھا، جس نے ۱۹۵۸ء میں حضرت طریقت پناہ قبلہ مسعودِ ملت رحمتہ علیہ کو میر پور خاص کے شاہ عبداللطیف سائنس گورنمنٹ کالج میں لیکچرر متعین کیا۔ آپ تقریباً ۶ سال تک میر پور خاص میں تعلیم و تدریس سے منسلک رہے، اس کے علاوہ آپ شہر کی ادبی، سماجی اور مذہبی محافل میں بھی قدم رنجا فرماتے رہتے۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں بہ حیثیت سرکاری ملازم آپ کو کنٹرول روم پر متعین کر دیا گیا۔ دورانِ جنگ ایسا بھی ہوا کہ وہاں ڈیوٹی پر موجود لوگ ہنگامی صورتِ حال کے پیشِ نظر کنٹرول روم چھوڑ کر بھاگ گئے، مگر حضرت قبلہ پیکرِ استقامت بنے اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ حضرت کا قیام میر پور خاص مشیتِ الٰہی سے خالی نہ تھا، ایک طرف آپ رحمتہ علیہ میر پور خاص والوں کے لیے سرچشمۂ ہدایت اور پروانۂ شمعِ رسالت ہوئے تو دوسری طرف آپ کا قیام خانوادۂ سرہند سے عقیدت و محبت میں گزرا۔ حضرت تقریباً ہر روز ہی کالج کے ساتھ متصل رہائش گاہ حضرت پیر آغا اسحاق جان سرہندی رحمتہ علیہ پر بالمشافہ ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ محفل علم و معرفت میں تبدیل ہو جایا کرتی۔ حُسنِ اتفاق سے حضرت کو ۱۹۵۶ء کے آخر میں بذریعۂ کمیشن ۱۸ گریڈ میں ترقی ملی اور اس طرح آپ کا ٹرانسفر کوئٹہ ہو گیا وہاں بھی فرزندِ دلبند اسحاق جان علیہ رحمہ، حافظ نور احمد جان کے ساتھ ان کی رہائش گاہ میں مقیم رہے۔ بالآخر یہ کشش آپ کو ایک مرتبہ پھر صحرائے تھر مٹھی ۱۹۷۴ء میں لے آئی۔ ابھی آپ کو کھپرو کالج میں تعینات ہوئے دو ماہ ہی گزرے تھے کہ حکومتِ سندھ نے آپ کو مٹھی کالج جانے کا پروانہ دے دیا، مگر حضرت کے دیرینہ شاگرد و محب پروفیسر فیاض احمد علیہ رحمہ، حضرت کے آگے سینہ سپر ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم آپ کو اس دلدل میں نہیں جانے دیں گے مٹھی اس زمانہ میں ایک ایسا مقام تھا جہاں ''۸۰ فیصد آبادی'' ہندوؤں کی تھی اور یہاں کوئی بھی سرکاری ملازم جانے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ حضرت نے کاوش صاحب سے فرمایا کہ ہم رات کو استخارہ کریں گے۔ صبح حضرت نے بعد نمازِ فجر اپنا رختِ سفر باندھا اور کاوش صاحب سے گویا ہوئے کہ رات خواب میں مرشدِ کریم مولانا مفتی محمود الوری علیہ رحمہ تشریف لائے اور قرآن کھول کر پڑھنے کا حکم دیا صبح حضرت مسعودِ ملّت نے ان آیات کے ترجمے کا بہ نظر غائر مشاہدہ کیا تو مفہوم یہ تھا ''اور ہم ہی ہیں جو صحراؤں کو گل گلزار بناتے ہیں''۔ مٹھی اس دور میں ''اجودھن'' تھا جہاں مجدّ دی لختِ جگر ہی اپنی محنت، محبت اور شفقت سے دنیاوی و دینی علوم کی خدمت کر سکتا تھا۔ بس پھر کیا تھا، صحرائے تھر کی قسمت جاگ اٹھی اور پیکرِ حُسنِ اخلاق بڑی تندہی اور استقامت کے ساتھ مٹھی میں علم کے موتی تقسیم کرتا رہا اور کمزور مسلمانوں کو اپنے کردارِ سنت سے سنوارتا رہا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ، ایک محقق

محمد یاسر مجددی (ایم۔ایس۔سی)

ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کو اللہ تعالی اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آپ سے میری پہلی ملاقات میرے دوست استاد پروفیسر عبدالرحمٰن کی وساطت سے ہوئی، آپ نے تین، چار سال قبل ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''موجِ خیال'' مجھے پڑھنے کے لیے دی، پہلی مرتبہ ایک ایسے مصنف کی کتاب پڑھنے کا موقع میسر آیا جو دقیق موضوعات و عشقِ رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے خیالات کو بہت ہی ہلکے پھلکے انداز میں مگر اپنا نقش چھوڑ جانے والے طریقے سے تحریر کرنا جانتا ہے۔ اس کے بعد جب آپ سے ملاقات کا موقع ملا تو کراچی میں عید میلاد النبی ﷺ کی ایک تقریب تھی، ایک خوب صورت اور باوقار تقریب، ہر چیز اپنی جگہ، ہر کام ایک توازن میں، وہ نکھار جو تحریر میں تھا وہ انتظام میں بھی موجود تھا۔

ڈاکٹر صاحب سے میری بہت ہی مختصر ملاقاتیں رہیں۔ کچھ عبدالرحمٰن صاحب کے گھر اور کچھ عید میلاد النبی ﷺ کے موقعے پر، مگر آپ کی شخصیت کی شفقت اور کہا ہوا ہر حرف آج بھی مجھے یاد ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب ایک ایسے محقق تھے جو کسی بھی موضوع پر اپنی نگارشات محققانہ انداز سے لکھ لیتے تھے۔ حُسن یہ کہ قاری پر اپنی رائے بھی نافذ نہیں کرتے بلکہ استدلال کی روشنی میں اسے خود فیصلہ کرنے کی جگہ تک پہنچا دیتے ہیں، آپ کی کتاب ''تقلید'' اسی زاویے سے ایک بے نظیر کتاب ہے۔ دوسری طرف آپ تحقیق کے زیادہ سے زیادہ ان پہلوؤں کو روشن کرنے پر توجہ دیتے ہیں جو کہ اس سے پہلے کسی نے متعارف نہ کرائے ہوں یا پھر بالکل ہی ضمنی رہے ہوں اور تاریخ کے ان پہلوؤں کو بھی آشکار کر جاتے ہیں جو دانستہ یا نادانستہ پچھلوں کے قلم سے رہ گئے ہوں۔ جس کی ایک شاندار مثال آپ کی انتہائی تحقیقاتی اور نادر کتاب ''آخری پیغام'' ہے، جس میں قرآن شریف کی تدوین کی تاریخ کو ایسے انداز سے بیان کیا ہے جسے بڑے بڑے محقق بھی بیان نہ کر سکے۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ ایک ایسے محقق تھے جن کو تحقیق کا کمال ذاتِ باری تعالی نے ودیعت کیا تھا۔ یہ معاملہ کسب سے زیادہ وہب کا تھا۔ بے شک ایک ایسا علم جو لفظوں میں نور بکھیرتا تھا، وہ راز آشکار کرتا رہا، جس کی ملتِ اسلامیہ کو آج بھی ضرورت ہے۔ وہ سب کچھ تحقیق کر کے دے گئے ہیں مگر کیا کوئی اسے سمجھ کر آگے آنے والوں تک پہنچائے گا یا پھر دوبارہ ہم اپنے رٹے رٹائے حوالوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

دنیائے رضویہ کے حبّ جمیل

حافظ یحیٰ محمد مہران سکندری

غالباً ۱۹۷۶ء کی بات ہے غریب آباد (میر پور خاص) میں سا سو آفس میں ملازم تھا۔ قریب ہی مدینہ مسجد کے خطیب مولانا عبد الرشید سکندری مرحوم کی وساطت سے سائیں پروفیسر فیاض احمد کاوش صاحب کے مکان پر ان سے اعلیٰ حضرت علیہ رحمہ کی کتاب ''تمہید الایمان'' لینے کے لیے گیا، وہاں فیاض صاحب نے باتوں ہی باتوں میں اپنے استاد حضرت مولانا ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا ذکرِ خیر کیا کہ وہ بڑے پائے کے محقق ہیں۔ حوالہ یا سند کے بغیر ان کی کوئی تحریر نہیں ہوتی۔

فیاض صاحب نے حضرت سے میرا ذکر کر دیا کہ یہ اعلیٰ حضرت کے عاشق ہیں، تھر میں رہتے ہیں، ان کو میرا پتا دے دیا۔ مجھے ان سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا۔ میں ۱۹۸۳ء میں میاں اللہ دتہ صاحب کے ساتھ گورنمنٹ مکلی کالج حضرت سے ملنے آیا۔ میں دروازے سے جیسے ہی داخل ہوا تو حضرت بڑے پرتپاک انداز سے ملے۔ حضرت صاحب نے الماری سے فائل نکالی ہوئی تھی۔ اس کو میز پر رکھتے ہوئے میرا نام پکار کر دروازے پر پہنچ کر خوشی سے معانقہ کیا۔ پھر فرمایا تم اعلیٰ حضرت کے عاشق ہو، انڈیا سے مخطوطات کی فوٹو کاپیاں کروا کر لایا ہوں، دیکھ سکتے ہو۔ صبح حضرت ناشتہ ساتھ کیا، اس وقت گفتگو کے دوران فرمایا کہ سنیوں میں شہرت بہت ہے، کام کم کرتے ہیں میں چٹائی پر بیٹھ کر کام کر رہا ہوں۔ کوئی ناموری اور شہرت نہیں چاہتا دنیا کے بڑے بڑے براعظموں میں اعلیٰ حضرت پر اب کام ہو رہا ہے۔ ایک جرمن خاتون پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے آئی۔ وہ ہر بات پوچھتی تھیں، گھر والوں کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ تنگ نہیں ہونا، اس کی خدمت کرو۔ وہ بڑی خوش ہو کر گئیں۔

حضرت صاحب نے اس وقت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ رحمتہ کی سوانح پر قلم اٹھایا جب لوگ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے کارناموں بہت کم واقف تھے۔

میرے استادِ کتابت سائیں فانی خوش نویس خانیوال والے نے فرمایا کہ حضرت صاحب نے پہلے جو کتاب لکھی ہے۔ وہ ''گناہ بے گناہی'' تھی، جس کی کتابت فانی صاحب نے کی تھی۔ اس کتاب نے معاندین میں ہلچل مچادی۔ جس کا اب تک جواب نہیں دیا گیا ہے۔ راقم نے بھی حضرت کی کافی کتابوں کے سندھی ترجمے کیے جو کہ شرکتِ اسلامیہ میر پور خاص سے شائع ہوئے۔

آپ جس طرح قلم کے دھنی تھے اُسی طرح سخاوت کے بھی شاہ تھے۔ ہم جیسے غریب قلم کاروں کی کتابوں سے جھولیاں بھر دیتے تھے۔ حضرت سے آخری ملاقات ۲۰۰۷ء امام ربانی فاؤنڈیشن کانفرس کمیونٹی حال کراچی میں ہوئی۔ حضرت نے وہاں بھی امام ربانیؒ کی کتب مرحمت فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب سے وابستہ یادیں

پروفیسر افضل بھٹی

شعبۂ ریاضی، گورنمنٹ ابن رشد گرلز کالج میر پور خاص

زمانۂ طالبِ علمی میں جب یونی ورسٹی آف سندھ میں حصولِ تعلیم کے لیے داخلہ لیا تو ان دنوں پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت مندی کا سلسلہ جاری رہا۔ میں اور میرے ساتھی ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہو جاتے، دینی اور روحانی محافل میں شرفِ باریابی حاصل کرتے۔ ڈاکٹر صاحب اکثر اپنے ہر دل عزیز شاگرد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ کا ذکرِ خیر بہت ہی محبت سے کرتے، ہمیں پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ سے غائبانہ عقیدت سی ہو گئی تھی، پھر میں نے سندھ پبلک سروس کمیشن میں درجۂ امتیازی حاصل کیا اور میرا تقرر لیکچرار گورنمنٹ کالج لطیف آباد میں ہو گیا، لیکن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان سے نیاز مندی کا سلسلہ جاری رہا۔ ان دنوں ڈاکٹر مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ کی چند ایک کتابیں پڑھیں، ان کی تحریر محبتِ رسول ﷺ اور عشقِ خدا سے موجزن تھی، رونگٹے کھڑے کر دینے والی تحریر جو عشق و محبت میں دیوانگی کی حد تک دلوں کو گرما کر مسخر کر دیتی۔ ان دنوں میری ملاقات ہر دل عزیز اور مہربان، شریف النفس پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب سے ہوئی۔ میں نے اپنا حالِ دل اور اپنی غائبانہ وارفتگی کا ذکر کیا تو انھوں نے مجھے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ رحمہ کی چند کتابیں پڑھنے کو دیں اور ساتھ یہ خوش خبری سنائی کہ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ رحمہ کل میر پور خاص تشریف فرما ہوں گے، دینی مجلس پروفیسر نثار جان صاحب کے بنگلے کے سبزہ زار پر ہو گی۔ حسبِ پروگرام پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب علیہ رحمہ جلوہ افروز ہوئے، پنڈال میں عقیدت مندوں، مریدوں اور جید علماء و مشائخ کی بھی کافی تعداد موجود تھی، ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ نے آغاز قرآنِ مجید کی آیات سے کیا اور پھر مجمع پر اک سحر سا طاری ہو گیا، جسے جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔ آپ کی اس محفل میں سب انسان برابر تھے کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں تھی۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کو زندگی میں اتنے قریب سے پہلی مرتبہ دیکھا اور سنا، یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ ایک مردِ قلندر کو دیکھا، محبتِ رسول ﷺ و خشیتِ خداوندی سے معمور دینی مسائل اور قرآنی آیات کا ترجمہ پھر تشریح اس انداز کی کہ لوگوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔

جب مجھے معلوم ہُوا کہ آپ علیہ رحمہ کا وصال ہو گیا ہے تو مجھ پر ایک قیامت ٹوٹ گئی، ایسا لگا کہ میرا سرمایۂ حیات مجھ سے چھن گیا ہو، لیکن میں مصلحتِ خداوندی پر راضی تھا، اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد سے کہا کہ آپ کی دینی مجلس کے دوران میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنی شہ رگ سے بھی قریب تر دیکھا اور ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ اس دینی مجلس میں ہمارے دلوں میں تشریف فرما ہیں، تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کی آنکھوں میں آنسو تیر گئے اور میری آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔ لوگ آپ کی دینی مجالس کے اختتام پر آپ کے ارد گرد اس طرح جمع ہو جاتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم، کوئی قدم بوسی کر رہا ہے تو کوئی وارفتگی کے عالم میں آپ کے ہاتھوں کا بوسہ لے رہا ہے۔ آپ کی تمام زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ اور باعثِ تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ آپ کے درجات اور بلند فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

marfat.com

مشفق و با صلاحیت منتظم

پروفیسر قمر الزمان صدیقی
سابق E.D.O ایجوکیشن، ٹھٹھہ

آج لوگ مجھ فقیر کو مکلی (ٹھٹھہ) میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ فقیر وقت کی پابندی اور پڑھائی کے معاملے میں بہت سخت ثابت ہوا مگر حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ باتیں حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کے معاملات دیکھ کر سیکھیں ہیں۔ احقر کو زندگی گزارنے اور اپنے وجود کی اہمیت کا اندازہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کچھ قیمتی وقت گزارنے کے بعد حاصل ہوا۔ اس وقت کے ڈائریکٹر صاحب اچانک کالج کے معائنے پر آگئے اور کالج میں داخل ہو کر سیدھے کلاسز کی طرف گئے کہ آیا اساتذہ کلاسوں میں حاضر ہیں یا نہیں مگر الحمدللہ ڈاکٹر صاحب کا حسنِ نظام قائم تھا۔ طلبہ اور اساتذہ کلاسز میں موجود تھے، مگر ڈائریکٹر صاحب کو ہم پر اپنی افسری جتانی تھی، لہذا ڈاکٹر صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''آپ ہمارے استقبال کے لیے باہر کیوں نہیں آئے'' تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: ''یہ میری ڈیوٹی میں شامل نہیں کہ آپ کا استقبال کروں، میری ڈیوٹی میں اس کالج کا انتظام و انصرام ہے سو وہ میں ادا کرنے کی سعی کر رہا ہوں'' اس پر ڈائریکٹر، ڈاکٹر صاحب کا منہ تکتے رہ گئے۔ غرض یہ کہ وہ دنیاوی آدمی نہ تھے ان منشا ہمیشہ رضائے الٰہی ہوتی۔

ایک مرتبہ میں نے ایک چوکیدار کو ڈانٹ دیا تو حضرت نے میری اصلاح فرمائی کہ ''اگر کم علم، کم علم کو ڈانٹ دے تو اللہ کے ہاں کم پکڑ ہے مگر ایک عالم جو اخلاقیات سے واقف ہو، وہ کم علم کو ڈانٹے گا تو اللہ کے یہاں زیادہ پکڑ ہے لہذا اپنے سے کم تر کو بہت محبت سے سمجھائیں، نہ کہ ڈانٹیں''۔ دراصل وہ ہمارے پرنسپل نہ تھے بلکہ ایک شفیق باپ کی مانند تھے جو ہر طرح سے ہماری اصلاح فرماتے اور بہت خیال رکھتے۔ جب حضرت ٹھٹھہ سے سکھر ٹرانسفر ہوئے تو مجھے بلا کر پوچھا کہ ''احقر آپ کے لیے کیا کر سکتا ہے''۔ ہم نے کہا کہ کالج میں مہمان وغیرہ آجاتے ہیں تو مناسب کراکری نہ ہونے کی وجہ سے شرمندگی ہوتی ہے اس پر حضرت نے تمام سامان ضرورت منگوا کر دیا جیسا کہ اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں اور ہماری ہر خواہش پوری کر کے رخصت ہوئے۔ ان کی یاد سرمایۂ حیات ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

چند یادیں

پیر آغا محمد ایوب جان سرہندی مدظلہٗ
سجادہ نشین درگاہ عالیہ گلزار خلیل سامارو

ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمدؒ کی جو خدمات ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر ذی عمل وذی عقل کو سمندر کے جواہرات وخزائن کا علم ہے کیوں کہ اس میں سے ہر کوئی یہ خزانے نہیں نکال سکتا مگر اس میں ہمت و صلاحیت کا ہونا ضروری ہے جو کہ پروفیسر مسعود احمدؒ میں تھیں۔ انھوں نے امام ربانی کے اقوال، خطوط، فتوے اور دیگر تحریرات کو پیش کر کے مرتب کیا۔ عالم کو دلیر و بہادر بھی ہونا چاہیے، جو بات لکھے وہ اتنی سچی ہو کہ دشمنوں کے لیے چیلنج ہو، ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں بھی ایسی صداقت تھی کہ وہ نا قابل رد ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ہمارے خاندان سے ان کو جو عقیدت تھی وہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں۔ ان سے جو ملتا وہ ایسا محسوس کرتا کہ حضرت مجھ سے ہی زیادہ محبت فرماتے ہیں۔ مجھ سے میرے والدِ محترم کی نسبت سے بہت ہی شفقت فرماتے تھے۔ ان کے صاحب زادے بہت ہی متشرع ہیں، ہم ان کی اتنی ہی عزت کرتے ہیں، جتنی ڈاکٹر صاحب کی کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے انسان سازی کے وہ جوہر دکھائے ہیں کہ کئی مسعود پیدا کر دیے۔ مَیں جب بھی ایئر پورٹ (کراچی) والے راستے سے گزرتا ہوں تو ڈاکٹر صاحب کی باتیں یاد آجاتی ہیں ان کو ہماری توجہات کی ضرورت نہیں مگر ہمیں ان کی فیوض و برکات کی آج بھی ضرورت ہے۔ امام ربانی ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مجھے محسوس ہوا کہ میرے والد محترم مجھ پر وہ التفات نہیں فرماتے جیسا کہ میرا حق ہے۔ اس وجہ سے میں ان کے مزار پر گیا تو آواز آئی کہ ایسا نہیں ہے مگر تم جو ہم پر ثواب ایصال کرتے ہو وہ صرف ہمیں ہی نہ کیا کرو پہلے حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات کو ایصال کرو بعد میں ہمیں خصوصی طور پر ثواب ایصال کیا کرو۔ ثواب عام مسلمانوں کے ساتھ پیش نہ کیا کرو تا کہ ہم تم سے زیادہ خوش ہوں یہ عمل مَیں کرتا ہوں اور ہمیں کوشش کرنا چاہیے کہ جب بھی ثواب ایصال کریں تو صرف حضرت علیہ رحمہ ہی کی بارگاہ عالیہ میں پیش کریں، یہ ہے اصل محبت کا ثبوت۔ حضرت کا نشر واشاعت کا شعبہ خاصا منظم ہے اور حضرت مسرور میاں اس پر خصوصی توجہ بھی دے رہے ہیں، ہم قبلہ مسرور میاں کی خدمات کو بھی سراہتے ہیں کہ وہ اپنے والدِ محترم کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں اور ان شاء اللہ یہ مشن رہتی دنیا تک قائم ودائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت مسعود احمد علیہ رحمہ کے درجات میں اور اضافہ فرمائے (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

خدا کے خاص بندے

مہیش دھرمانی
سنئیر استاد گورنمنٹ ہائی اسکول، نارتھ کالونی، مٹھی

میرے بڑے بھائی کالج میں واٹر مین تھے۔ان کی ذمہ داری تھی کہ شام کو پانی کا ایک مٹکا پرنسپل صاحب کے گھر پر بھر آتے کبھی کبھی بڑے بھائی مجھے کہہ دیتے تو میں بھی پرنسپل صاحب کے پانی کے مٹکے کو بھر آتا۔ان دنوں میں نویں جماعت کا طالبِ علم تھا میں اکثر مٹکا بھر کر گلاب کے پاس بیٹھ جاتا کیوں کہ مجھے پرنسپل صاحب بہت اچھے لگتے تھے میں یہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ ایک روز میں پانی بھر کر وہیں بیٹھ گیا پرنسپل صاحب چار پائی پر بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے اور میں ٹکٹکی باندھے اس متاثر کن شخصیت کو دیکھ رہا تھا۔ پرنسپل صاحب میری طرف دیکھ کر کہنے لگے گلاب کو بلاؤ جو کہ باورچی خانے میں سالن پکا رہا تھا۔ میں نے گلاب سے جاکر کہا کہ صاحب تم کو بلا رہے ہیں،اس نے کہا کہ سالن جل جائے گا کہو میں ابھی آتا ہوں۔میں پھر جاکر پرنسپل کے دائیں طرف بیٹھ گیا اور انھیں دیکھنے لگا۔ دس منٹ گزر گئے پرنسپل صاحب نے مجھے کہا ارے بھائی ! گلاب کو جلدی بلاؤ، میں بھاگ کر گیا اور کہا کہ پرنسپل صاحب ناراض ہو رہے ہیں، جلدی چلو گلاب نے دیگچی چولھے سے نیچے اتاری اور جلدی جلدی پرنسپل صاحب کے سامنے حاضر ہوا۔پرنسپل صاحب نے فرمایا گلاب جلدی اپنے گھر جاؤ، گلاب نے کہا کیا بات ہے؟ فرمایا بس جلدی جاؤ گلاب جاتے ہوئے مجھے وہیں بیٹھنے کو کہہ گیا کہ صاحب کوئی چیز مانگے تو اٹھا کر دے دینا، میں ابھی آتا ہوں۔دو گھنٹے کے بعد گلاب آیا جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر آیا پرنسپل صاحب نے اسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا" گلاب تم کو بیٹا مبارک ہو"۔اور گلاب پاگل خیر مبارک کہہ کر باورچی خانے میں چلا گیا لیکن مجھے یہ ماجرا دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ اس شخص کو کیسے پتا چلا کہ گلاب کے گھر میں لڑکا ہوا ہے اور اُس کی گھر میں ضرورت ہے اس واقعے کے بعد جب میں اور بڑا ہوا تو پرنسپل صاحب مٹھی سے جا چکے تھے،لیکن وہ جب بھی غریبوں سے ملنے مٹھی آتے تو میں ضرور ان سے ملتا اور ان کو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ،میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ وہ خدا کے خاص بندے تھے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

بچپن کی یادیں

اَلہ جُو یودرس
مٹھی

سال ۱۹۷۵ء تھا میں گورنمنٹ پرائمری اسکول کمہار کالونی مٹھی میں تیسری جماعت کا طالب علم تھا۔ کلاس روم کے شمال میں کُھلنے والی کھڑکیوں سے بچے وہاں سے گزرنے والے ایک ادھیڑ عمر کے باریش بزرگ کو بڑے تجسس سے دیکھتے تھے درمیانہ قد، سنّت کے مطابق داڑھی مبارک، جس کے سیاہ بالوں کے درمیان چند سفید چاندی نما بال، شیروانی، کوٹ اور سَر پر جناح کیپ، ایک پُرکشش شخص جب وقتِ مقررہ پر کالج جاتے ہوئے گلی سے گزرتے تو بچے، بوڑھے اور نوجوان باادب کھڑے ہوجاتے۔ مسلمان سلام اور ہندو ہاتھ جوڑ کر نمستے کہتے۔ سلام اور نمستے کا جواب تو سنائی دیتا لیکن نظریں پاؤں کی طرف پر ہوتیں، کبھی اوپر نہ اٹھتیں، کیوں کہ اس طرح چلنا میرے آقا ﷺ کی سنّت ہے۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے سلوک نظر بر قدم پر ہمیشہ عمل پیرا کون تھا؟ یہ بزرگ، جو اس صحرا میں عام تعلیم کے ساتھ روحانی فیض بھی بڑی فیاضی سے بانٹ رہے تھے۔ مٹھی کے لوگ اپنی کچہریوں میں باتیں کرتے کہ یہ بزرگ اصل دہلی کا ہے اب کراچی میں رہتا ہے۔ مسعود صاحب اس کا نام ہے، اپنے کالج میں پرنسپل بن کر آیا ہے۔ لوگ حیران ہیں کہ جب کالج ہی نہیں تو پرنسپل کیسا! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اچھے کام اور اپنی مخلوق کی خدمت لیتا ہے۔ حضرت صاحب نے اس وقت کے ایس۔ ڈی۔ او مٹھی، محمد عمر سموں صاحب جو خود دین دار اور عاشقِ رسول ﷺ تھے، ان کے تعاون سے گورنمنٹ پرائمری اسکول مٹھی (مین) میں دو کمرے، چند کرسیاں اور بینچیں حاصل کر کے کالج کی بنیاد ڈال دی۔ ایک کمرہ پرنسپل کا آفس اور دوسرا کلاس روم، پہلے سال آرٹس کی کلاس چلائی، چند غریب طلبا کی فیس اپنی جیب سے ادا کی۔ دوسرے سال فرسٹ ائیر سائنس کی کلاس اسی پرائمری اسکول میں چلائی۔ مٹھی کے غریب طلبا جو غربت کی وجہ سے میٹرک کے بعد تعلیم کو الوداع کہتے تھے، ان کو آگے تعلیم جاری رکھنے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر سید امیر شاہ اور ڈاکٹر سرام داس کھتری جو ان دنوں سول ہسپتال مٹھی میں سنیئر میڈیکل آفیسرز ہیں اسی پرائمری اسکول میں چلنے والی فرسٹ ایئر کی کلاس میں پڑھے اور میڈیکل کالج میں سلیکٹ ہوئے۔ حضرت صاحب نے مٹھی کالج کا جو پودا لگایا تھا آج وہ ڈگری کالج ہے، اپنے بانی کو ہمیشہ یاد رکھے گا۔ مٹھی میں رہائش کے دوران حضرت صاحب جمعہ، مغرب اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے لیے جب جامع مسجد تشریف لاتے تو میرے نانا جان جو اُس وقت جامع مسجد کے پیش امام تھے۔ حضرت صاحب کو نماز پڑھانے کے لیے عرض کرتے، حضرت صاحب نماز میں جب قرأت کرتے تو اتنا لطف آتا کہ دل میں سرور پیدا ہوجاتا۔ بعض مقتدیوں کی آنکھوں میں آنسو بھی آجاتے، نماز کے بعد دعا کا انداز ایسا پُرسوز ہوتا تھا کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے، لوگوں کی یہ خواہش ہوتی کہ دعا اور لمبی ہو دعا کا انداز تو قلبی سکون دیتا ہی تھا لیکن اثر بھی دیکھیے، تھر میں دو سال جو قحط پڑا حضرت صاحب کے مٹھی میں رہائش کے تینوں سال ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۶ء تک ایسی بارشیں

marfat.com

برسیں کہ صحرا گلزار بن گیا۔ ہم کتنے خوش نصیب تھے کہ دہلی کے درخت کا پھل مٹھی میں کھا رہے تھے۔ میٹھے پانی کی قلت میں نقشبندی فیض کی نہر نے مردہ دلوں کو سیراب کیا۔ حضرت صاحب نے بیعت کا آغاز بھی مٹھی سے کیا، ۱۹۷۴ء میں میرے ماموں فقیر عطا محمد درس کو پہلا ''مسعودی'' بننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

جنوری ۱۹۷۷ء میں جب حضرت صاحب کا مٹھی سے تبادلہ ہوا تو عین اسی دن لیب اٹینڈنٹ کمال کا انتقال ہوا۔ حضرت صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ مرحوم کے بھائی سے اپنی ریلونگ رپورٹ بنوائی۔ مٹھی سے جانے والے یہ پہلے افسر تھے، جنھیں الوداع کرنے کے لیے کالج کے طلبا اور چند لوگ تھر کے کھیکھڑے میں سفر کر کے مٹھی نوکوٹ کی درمیانی منزل وجوٹو تک گئے۔ حضرت صاحب کی مٹھی کے لوگوں سے اتنی محبت تھی کہ تبادلہ ہونے کے بعد ۲۰۰۶ء تک پروفیسر فیاض احمد کاوشؔ، پروفیسر عبدالرحمٰن اور اعظم بیگ کے ساتھ سال میں ایک بار ضرور مٹھی تشریف لاتے اور غریب لوگوں کو زیارت کا شرف بخشتے۔ پیاسا میٹھے کنویں پر جاتا ہے، لیکن یہاں تو میٹھا چشمہ خود پیاسوں کے پاس آ کر ان کی محبت کی پیاس بجھاتا رہا۔ حضرت صاحب خود نہ آتے تو کتابیں بھیجتے۔ حضرت صاحب کی تمام تصانیف مختصر اور جامع ہیں۔ چند صفحات میں اتنا مستند مواد ہے کہ دوسرا مصنف شاید کئی جلدیں لکھے۔ یہ تصانیف عالمِ اسلام اور خصوصاً جماعتِ اہلِ سنت کے لیے بڑا تبلیغی سرمایہ ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں ایسے عالمِ باعمل کی صحبت نصیب ہوئی۔

☆☆☆☆☆

تاثرات

پروفیسر خورشید احمد صدیقی
سابق ریجنل ڈائریکٹر کالجز حیدر آباد ریجن

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد علیہ رحمہ کی عشق رسول ﷺ کے موضوع پر مہکتی ہوئی گفتگو، میدانِ تحقیق کی سرفرازی اور شخصیت کی سحر انگیزی آج تک دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ ان سے اکثر کلاس ہی میں ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ انھیں کالج میں کہیں آتا جاتا دیکھ کر ہم ادباً اپنا راستہ تبدیل کر لیتے تھے۔ وہ جب کسی موضوع پر اظہارِ خیال فرماتے تو دل کرتا کہ ''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی''۔ جب آپ کلام فرماتے تو ہم اس بحرِ بیکراں سے اپنے کردار کو، گفتار کو اور اپنے اطوار کو سنوارتے۔ آنکھوں نے آج تک ایسی دل فریب شخصیت نہ دیکھی اور کانوں نے ایسی نغمگی نہ سنی۔ جب پروفیسر صاحب شاہ عبداللطیف کالج سے ٹرانسفر ہو کر کوئٹہ گئے تو ہم نے مشاہدہ کیا کہ کالج میں ہر طرف افسردگی چھا گئی اور ہماری آنکھیں حضرت کو تلاش کرتی رہیں، پھر ہمیں دیگر اساتذہ نے حضرت کے خاندانی پس منظر سے متعلق بتایا تو بہت افسوس ہوا کہ کس قدر قیمتی نعمت سے ہم محروم ہو گئے ہیں۔ اللہ عزوجل ان کی تربت پُرنور کو مزید پُرنور بنائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆

marfat.com

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی

پروفیسر معراج الدین قریشی
سابق پرنسپل گورنمنٹ ماڈل کالج میرپورخاص

مجھ حقیر کو پہلی پوسٹنگ بطور لیکچرر اردو مٹھی ملی۔ میں نے فوری طور پر مٹھی رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کراچی میں ہیں۔ جب میں مٹھی پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے گلاب (نائب قاصد) کو کہا کہ آنے والے نئے مہمان ہمارے ہی گھر میں رہیں گے۔ میں بڑا عجیب طبیعت کا آدمی تھا۔ میں نے دیکھا کہ گلاب مجھے میری طبیعت کے مطابق ٹریٹ کر رہا ہے۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں حضرت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق آپ سے پیش آ رہا ہوں۔ اگر حضرت مٹھی میں نہ ہوتے تو شاید میں نوکری چھوڑ دیتا۔ مجھے بچپن ہی سے بزرگانِ دین کے قدموں میں بیٹھنے کا شرف حاصل رہا ہے۔ میرے ساتھ تو رب نے کرم فرمایا کہ وقت کی عظیم روحانی شخصیت کے پہلو سے وابستہ کر دیا۔ میرے مذہبی ذوق وشوق کی وجہ سے حضرت نے مجھے مزاحاً بزرگ بنا رکھا تھا، دراصل وہ میری دل جوئی کرتے تھے۔ کوئی مشورہ کرنا ہوتا، مجھ پر روحانی نظر ڈالتے اور فرماتے معراج صاحب اس کام کو کس طرح کریں، تو میں وہی بولنے لگتا جو حضرت، مجھ سے بلوانا چاہتے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت کے سسر بسترِ مرگ پر تھے۔ حضرت نے محسوس کر لیا کہ ان کی کراچی میں ضرورت ہے۔ لہٰذا مجھ سے پوچھا، معراج صاحب ایسی صورتِ حال ہے! چھٹی لوں یا نہیں۔ کراچی پہنچنے میں بھی دن لگ جاتے ہیں۔ مشورہ دیں، اور مجھ پر روحانی نظر ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے سسر کرسی پر ایک طرف گردن ڈالے بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا حضرت آپ فوری کراچی جائیے اور وہی ہوا۔ حضرت کراچی پہنچ گئے اور سسر صاحب نے حضرت کے زانوں پر سر رکھ کر وصال فرمایا۔ درحقیقت حضرت منبعِ روحانیت تھے مگر ان میں عاجزی وانکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مسلمان اور ہندوؤں سب کے لیے آپ کی شخصیت سحر انگیز تھی۔ ہر کام وقتِ مقررہ پر ہوتا۔ خطوط پڑھنے اور ارسال کرنے کا وقت مقرر تھا۔ چہل قدمی، کتب بینی، کھانا تناول فرمانا، چائے نوش فرمانا اور احباب سے ملاقات کرنا سب کا وقت مقرر تھا۔ ہر معاملے میں عدل وانصاف سے کام لیتے۔ مسلمان ہو یا ہندو جو خطا کرتا اس کی سرزنش فرماتے۔ میرے ہوتے ہوئے پہلی مرتبہ رمضان شریف آئے۔ حضرت نے فرمایا؛ معراج صاحب جماعت سے تراویح ادا فرمائیں گے۔ ان دنوں برسات کی وجہ سے پورا مٹھی بھیگا ہوا تھا اور ویسے بھی عموماً بعد مغرب مٹھی کا کوئی شخص گھر سے نہ نکلتا تھا کیوں کہ رات بھر سانپ بچھوؤں کا بسیرا رہتا تھا مرتا کیا نہ کرتا، حضرت کے حکم پر آپ کے ساتھ تراویح کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستے میں سفید ٹیوب لائٹ کی مانند سانپ گزرا۔ میرا دم خوف سے نکلا جا رہا تھا اور حضرت ایسے ہو گئے جیسے دیکھا ہی نہیں، پھر کیا تھا! جیسے تیسے نماز ادا کی اور گھر پر آ کر سکون کا سانس لیا۔ دوسرے دن میں تراویح کے وقت میرپورخاص میں تھا۔۔۔۔۔ میرے سینے میں اس قدر واقعات ہیں کہ کتابیں لکھی جا سکتی ہیں مگر آج کل علیل ہوں، ہٰذا انی الوقت ذہن میں جو آیا تحریر کر رہا ہوں۔ اللہ عزوجل ان کے فیوض کا سایہ ہمارے سروں پر جاری رکھے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

صاحبِ کردار استاد، بھٹکے ہوئے شاگرد کی دنیا بدل دیتا ہے۔

پروفیسر عبدالرحمٰن مسعودی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ ریاضی، ابنِ رشد گرلز کالج میرپور خاص

ڈاکٹر صاحب ٹھٹھہ میں پرنسپل تھے، فرسٹ ائیر میں داخلے شروع ہونے کو تھے، چند اساتذۂ کرام مل کر ڈاکٹر صاحب کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ٹھٹھ میں ایک اوباش نوجوان ہے جس نے میٹرک پاس کرلیا ہے، اب وہ یقیناً کالجِ ھذا میں داخلہ لے گا، ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ وہ نوجوان ہائی اسکول میں رہ کر بہت سی وارداتیں کرچکا ہے، گولی چلانا اور جیل جانا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں، بہتر یہ ہے کہ اس کو داخلہ نہ دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی رائے اور اطلاع سَر آنکھوں پر، مگر ہمارے پاس داخلے کا جو معیار ہے وہ کردار پر نہیں بلکہ تعلیمی صلاحیت پر ہے، اگر وہ میٹرک پاس ہے اور امتیازی نمبر حاصل کردہ ہے تو ہمیں داخلہ دینا پڑے گا۔

پھر یہ ہوا کہ اس کا داخلہ ہوگیا، اساتذہ کرام کا اندازہ درست ثابت ہوا اور اس نے وہی کیا جس کا ڈر تھا، اس کے آتے ہی کالج میں آئے دن طلبا کی مار پٹائی، ہنگامہ آرائی اور طلبا یونین کی آڑ میں فائرنگ کے واقعات رونما ہونے لگے علاوہ ازیں اس نوجوان نے فرسٹ ائیر کی تعلیم کے دوران ہی ٹھٹھہ کی ایک بااثر شخصیت پر فائرنگ کی اور پھر روپوش ہوگیا، یہ جنرل ضیاء الحق کا دورِ مارشل لا تھا، پولیس نے نوجوان کے اس جرم کی پاداش میں اس کے ماں باپ کو اٹھالیا اور ان پر تشدد بھی کیا ایک روز ڈاکٹر صاحب رات کے کسی پہر اپنی رہائش گاہ میں محوِ مطالعہ تھے کہ وہ بھٹکا ہوا نوجوان حضرت کے درِ اقدس میں کود پڑا اور خدمتِ عالیہ میں آکر عرض کیا! ’’سر میں اپنے آپ کو آپ کے حوالے کرتا ہوں‘‘ میرے ماں باپ کو پولیس کی اذیت سے بچائیں، میں نے بہت غور و فکر کے بعد آپ کی پناہ کا انتخاب کیا ہے، اب آپ ہی میرے ملجا و ماوہ ہیں، آپ اگر چاہیں تو مجھے پولیس کے تشدد سے بھی پناہ مل سکتی ہے اور میرے والدین بھی رِہا ہو سکتے ہیں۔ وگرنہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ اب وہ نوجوان ڈاکٹر صاحب کے دامنِ محبت اور سایۂ عافیت میں آگیا تھا، ڈاکٹر صاحب نے نوجوان کو اعتماد میں لے کر اسی وقت شہر کے ایس ایچ او کو فون کیا اور اسے ہدایت فرمائی کہ بغیر کسی سپاہی اور ہتھیار کے آئے، ضروری کام ہے۔ ایس ایچ او حاضر ہوا، جیسے ہی نوجوان پر نظر پڑی ایس ایچ او سخت سردی کے باوجود پسینے میں شرابور ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس نوجوان کا ہاتھ ایس ایچ او کو تھماتے ہوئے فرمایا: ’’یہ میری امانت ہے‘‘ قانون جو چاہے سزا دے مگر آپ اور آپ کا عملہ اس کو نہ مارے‘‘۔ ایس ایچ او نے حکم کی تعمیل کی اور پھر نوجوان کو قانون کے مطابق سزا ملی، کچھ عرصے بعد وہ آزاد ہوگیا، ڈاکٹر صاحب کے اس عظیم رویے نے اس کی زندگی بدل ڈالی اس نے ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ کے دستِ حق پر توبۃ النصوح کی اور اپنے تعلیمی سلسلے کو مزید دلجمعی کے ساتھ آگے بڑھایا۔ ڈاکٹر صاحب کے ٹھٹھہ سے ٹرانسفر کے وقت یہی نوجوان کالج کے طلبا کے ساتھ بس بھر کر ڈاکٹر صاحب کو کراچی ان کی رہائش گاہ تک چھوڑنے آیا۔ آج کل یہ نوجوان کراچی میں B.D.S ڈاکٹر ہے اور اپنی بہترین زندگی گزار رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

پیغام

پیر آفتاب حسین شاہ جیلانی
وفاقی وزیر برائے کھیل، حکومتِ پاکستان

حضرت مولانا محمد مسعود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت بلند پایہ علمی شخصیت تھے۔ وہ دنیاوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ پاکیزہ سیرت، خوش اخلاقی، ملنساری، کم گوئی، بزلہ سنجی اور علمی وجاہت ان کی ذات کے بنیادی اوصاف تھے۔ مخاطب کی بات کو ٹھنڈے دل سے سماعت فرماتے اور نہایت معقول، مختصر اور دل نشین جواب مرحمت فرماتے۔۔ گفتار و کردار میں یکسانیت تو بہت سنی ہے لیکن اس کا عملی مظاہرہ ان میں دیکھا۔ پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی مجددی مدظلہ کی وساطت سے ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ پھر یہ سلسلہ ان کی حیات تک نہ ٹوٹا۔۔۔۔۔ مولانا صاحب کی تصانیف ایسی ہی دل آویز اور پُر اثر ہیں جیسی ان کی شخصیت۔ ان کی تحریر میں اختصار اور جامعیت بنیادی وصف کی حیثیت رکھتی ہیں، مجھے اکثر اپنی تحریر کردہ کتب کا تحفہ عنایت فرماتے۔ آخری دنوں میں اپنے والدِ محترم حضرت مفتیِ اعظم ہند مفتی مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز کا مختصر حاشیہ و ترجمۂ قرآن موسومہ ''مظہر القرآن'' مرحمت فرمایا۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا، اختصار اور جامعیت کے ساتھ ایسا حاشیہ میری نظر سے آج تک نہیں گزرا۔ ہر سطر سے علم و فضل کی کرنیں نکل رہی ہیں ایسی بلند پایہ علمی شخصیت کی اولاد بھی یقیناً ان کا پرتو ہی ہوگی۔ افسوس آج وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کا علمی کام رہتی دنیا تک ہدایت فراہم کرتا رہے گا۔ ان کی اولاد و امجاد جاری فیض کو ہمیشہ برقرار رکھے گی اور ہماری رہنمائی کرتی رہے گی، ان شاءاللہ تعالیٰ۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند سے بلند مرتبہ عطا فرمائے اور ان کی تحریروں سے ایک عالم کو مستفیض فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

متاثر کن شخصیت

پروفیسر رانا محمد جاوید یوسف
انسپکٹر آف کالجز بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن میرپورخاص

یوں تو انسان زندگی میں بہت سے حسین مناظر، خوب صورت و پرکشش چہرے، باوقار شخصیات اور سہانے خواب دیکھتا ہے۔ ان میں سے بیش تر کو حافظے میں محفوظ نہیں رکھتا مگر ان میں سے کچھ ذہن کے نہاں خانے میں ہمیشہ کے لیے نقش ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹر مسعودِ ملت علیہ رحمہ کی شخصیت بھی اِن ہی میں سے ایک ہے۔ آپ باکردار، ملنسار، اعلیٰ صفات کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ شریعتِ محمدی ﷺ کی منہ بولتی تصویر تھے۔ آپ کی سحر انگیز شخصیت کا کمال یہ تھا کہ جو بھی ملتا، جب بھی ملتا اور جہاں بھی ملتا، آپ کا گرویدہ ہوجاتا، کیوں کہ آپ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے کشف و جمال کا ایسا نور بھرا تھا کہ انسان پہلی ہی ملاقات میں آپ سے متاثر ہوکر آپ کے گیت گانے لگتا۔

آپ نے شعبۂ تعلیم کو اس لیے منتخب کیا کہ یہ ایک پیغمبری پیشہ ہے۔ جس کے ذریعے بہتر انداز میں افراد کی تربیت اور انسانیت کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ آپ نے یہ کام بخوبی انجام دیا۔ آپ کا کردار ہمارے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گا۔

اللہ آپ کے درجات میں مزید بلندی عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

MEDICARE & AKRAM AGENCIES
WHOLESALE MEDICAL DISTRIBUTOR
LAL CHAND GARDEN, OPP. IBN-E-RUSHD GIRLS
COLLEGE, MIRPURKHAS.

marfat.com

وہ اک پہلی ملاقات

ڈاکٹر پروفیسر مظہر الدین صابری
شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ شاہ عبداللطیف سائنس کالج میر پور خاص

اک بار سنی تھی سو مرے دل میں ہے موجود ۔ اے جانِ تمنا تیری تقریر ابھی تک

انسان کے ساتھ جب اس کا نصیب یاوری کرتا ہے تو اس کی ملاقات کبھی کبھی ایسے لوگوں سے ہو جاتی ہے جو اپنی یادوں کے انمٹ نقوش اس کے دل پر ہمیشہ کے لیے ثبت کر جاتے ہیں۔

آئی جو ،ان کی یاد تو آتی چلی گئی ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

میں جب بھی اپنی یادوں کے دبستان میں جھانکتا ہوں تو ایسی عظیم شخصیات میں سے ایک معتبر شخصیت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کی نظر آتی ہے۔ آپ سے پہلی ملاقات پروفیسر عبدالرحمان صاحب کے دولت کدے پر ہوئی۔ آپ کے بارے میں سن تو کافی کچھ رکھا تھا، لہذا اول ملاقات کے لیے بے تاب تھا، لیکن ساتھ ساتھ ایک خدشہ بھی تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ غائبانہ تعارف اور تذکرہ ایک سراب ثابت ہو، کیوں کہ ہمارا معاشرہ شیخ سعدی کے اس شعر کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

پیرا نمی پدند مدیراں می پرانند

لیکن خدا گواہ ہے کہ جیسے ہی پہلی نظر حضرت کے چہرے پر پڑی ،بس کیا تھا! ایک انوار و تجلیات کی بارش تھی، چہرے پر جو سکون وطمانیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت اُس وقت درسِ تصوف دے رہے تھے، گفتگو بڑی پُرکشش اور لہجہ دل نشین تھا کانوں میں ان کی رس گھولتی ہوئی آواز سن کر سب دم بہ خود تھے، گفتگو بڑی پُرمغز اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے مملو تھی لیکن جس آسان پیرائے میں آپ گفتگو کر رہے تھے، وہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ ملکہ عموماً ان ہی لوگوں کو ودیعت کیا جاتا ہے، جو اللہ تعالی کے محبوب بندے ہوتے ہیں اور اللہ تعالی انھیں خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے چن لیتا ہے۔

لہجے میں اگر رس ہو تو دو بول بہت ہیں انسان کو رہتی ہے محبت کی زباں یاد

آج تک میرے دل میں نقش ہے۔ آہ! آج وہ چراغِ سحر ہمارے درمیاں موجود تو نہیں لیکن حقیقت میں وہ ہم سے دور بھی نہیں۔

رخصت ہوا تو آنکھ ملا کر نہیں گیا وہ کیوں گیا یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا

☆☆☆☆☆

marfat.com

ایفائے عہد اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ

پروفیسر نوید سروش
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اردو، گورنمنٹ شاہ عبداللطیف سائنس کالج میرپور خاص

میں سکینڈ ائیر کا طالبِ علم تھا ۱۹۸۴ء میں چار دوستوں نے مکہ جامع مسجد سیٹلائیٹ ٹاؤن میرپور خاص میں رضا لائبریری قائم کی۔ اس ناچیز کے ساتھ عاشق حسین، محمد نعیم اور مختار احمد بھی تھے۔ ہماری راہ نمائی حضرت صاحب کے شاگردِ رشید پروفیسر فیاض احمد کاوشؔ مرحوم فرماتے تھے۔ رضا لائبریری کے زیرِ اہتمام ۱۹۸۷ء ماہِ ربیع الاول میں ہم نے سیٹلائٹ ٹاؤن میرپور خاص میں سیرت النبی ﷺ کی محفل کا انعقاد کیا۔ استاذی پروفیسر فیاض احمد کاوشؔ صاحب کے ذریعے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کو جلسے میں صدارت فرمانے کی دعوت دی۔ حضرت صاحب نے یہ دعوت قبول فرمالی اور ارشاد فرمایا" جہاں نبی کریم ﷺ کی محفل ہو وہاں خوش نصیب لوگ بلائے جاتے ہیں فقیر ضرور حاضر ہو جائے گا" مزید فرمایا" فیاض صاحب نے بتایا ہے کہ آپ سب طالبِ علم ہیں یا پھر بے روزگار، کسی قسم کا تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین) " یہ تمام گفتگو حضرت صاحب سے ٹیلی فون پر ہوئی۔ میں نے یہ سب اپنے دوستوں کو بتایا۔

اس پیش رفت پر ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ہم اپنی بساط کے مطابق محفل کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ۔، دعوت نامے چھپوائے، بینر لکھوائے، ہم نے بشیر شاپنگ سینٹر سیٹلائٹ ٹاؤن کے برآمدے میں فرشی نشست کا انتظام کیا، جہاں ڈھائی تین سو افراد بہ آسانی بیٹھ سکتے تھے۔ دو دن بعد پروفیسر فیاض کاوش صاحب سے معلوم ہوا کہ کراچی میں تین روزہ قومی سیرت ﷺ کانفرنس ہے۔ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ملک بھر سے جید علمائے کرام اور پیرانِ عظام کو مدعو کیا ہے۔ اس فہرست میں حضرت محمد مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ کا نام بھی شامل ہے۔ دن، تاریخ کا علم ہونے کے بعد ہمارے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، کوشش کے باوجود ہمارا رابطہ حضرت صاحب سے نہیں ہو سکا۔ استاذی پروفیسر فیاض کاوش بھی رابطہ کرنے میں احتیاط برت رہے تھے وہ ایسا احتراماً کر رہے تھے۔ اس وقت موبائل فون کا چلن نہ تھا۔ پی۔ٹی۔سی۔ ایل اور پی۔سی۔او بوتھ بھی عام نہ تھے۔ ہم نے مولوی ریاض صاحب مرحوم کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کر کے جلسے کی صدارت کے لیے راضی کرلیا۔

محفل والے دن سہ پہر کو پروفیسر فیاض کاوش صاحب نے ہمیں یہ خوش خبری دی کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ یہ خبر سن کر ہم کھل اٹھے جھوم جھوم گئے، بعد نماز عشا رات تقریباً دس بجے محفل کا آغاز تلاوتِ کلام الٰہی سے ہوا۔ نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کی سعادت پروفیسر فیاض کاوشؔ صاحب نے حاصل کی۔ تقریب کی نظامت کے دوران میں نے

marfat.com

حضرت صاحب کا تعارف اور چند جملے نذر سامعین کیے۔ آپ بھی سن لیجیے۔ ''حضرت صاحب نے سیرت النبی ﷺ کی اس محفل میں آنے کا وعدہ فرمایا، بعد میں صدر پاکستان سے قومی سیرت ﷺ کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ ملا آج کراچی میں اس کانفرنس کا آغاز ہوا ہے۔ حضرت صاحب نے ہم سے کیے گئے وعدے کو پورا کیا اور آج ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ایفائے عہد اسے ہی کہتے ہیں' سبحان اللہ۔''

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ جب خطبۂ صدارت کے لیے تشریف لائے۔ انھوں نے اپنی منفرد آواز اور دل نشیں لہجے میں آیاتِ ربانی تلاوت فرمائی پھر ارشاد فرمایا؛ ''حضرات گرامی نبی کریم ﷺ کی سب محفلیں مبارک، بابرکت اور گنجینۂ فیض ہوتی ہیں مگران احباب (ہماری طرف اشارہ کر کے) سے پہلے آنے کا وعدہ کر چکا تھا، اس لیے ہر حال میں فقیر کو میر پور خاص آنا تھا اب چاہے یہاں چار غلامانِ رسول ﷺ ہوں یا چار سو۔''

اس وضاحت کے بعد حضرت صاحب نے اپنے دھیمے لہجے اور سمجھانے والے انداز میں ایسی شان مصطفیٰ ﷺ بیان فرمائی کہ سننے والے دم بہ خود رہ گئے، پنڈال واہ واہ، سبحان اللہ کی صداؤں سے گونجتا رہا۔ حضرت صاحب نے اپنے خطاب کا ہر جملہ آیاتِ ربانی اور مستند احادیثِ مبارکہ کے حوالوں سے ایسا مزیّن کیا کہ آج اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس محفل کو یاد کر کے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ میں اپنی، اپنے دوستوں اور لوگوں کی زندگیوں کو دیکھتا ہوں، جیسے جیسے میرے عقل و شعور میں اضافہ ہو رہا ہے اور مطالعے و مشاہدے میں گہرائی آ رہی ہے ویسے ویسے حضرت صاحب کے ''ایفائے عہد'' کے اس واقعے کو یاد کرتا ہوں جو بہ ظاہر چھوٹا سا واقعہ ہے مگر حقیقتاً بہت بڑا اور غیر معمولی واقعہ ہے تو حضرت صاحب سے عقیدت و محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور حضرت صاحب ایک باعمل، حقیقی اسلامی روح کے مفکر، شریعت و طریقت کے پابند، پُرخلوص شخصیت اور انسانیت کے اونچے درجے پر فائز نظر آتے ہیں۔

۱۹۹۸ء کا ایک واقعہ پڑھنے کی سعادت اور حاصل کیجیے۔ استاذی پروفیسر فیاض کاوش صاحب کے گھر حضرت صاحب آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب مریدوں، عقیدت مندوں اور محبت کرنے والے دوست احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں بھی موجود تھا، مغرب کی نماز کے بعد حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ سے میں نے ایک سوال کیا؛

''حضرت صاحب تھر کے علاقے میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، کیا علمائے کرام کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ ایسے علاقوں میں جا کر تبلیغ دین کا کام کریں اور اسلام کے بنیادی اصولوں اور ارکین کے بارے میں بتائیں؟'' حضرت صاحب نے نہایت اطمینان سے سوال سنا اور بڑی شفقت سے جواب دیا؛ '' آپ اسلام اور مسلمانوں کے لیے درمند دل رکھتے ہیں۔ آپ کی سوچ لائقِ تحسین ہے جب احقر مٹھی میں تھا تو اپنی بساط کے مطابق تبلیغِ دین کے لیے کوشش کیں۔ اللہ نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں بڑا کرم کیا، مسجد بھی تعمیر کروائی، اللہ نے کامیابی بھی عطا کی۔'' پھر ذرا توقف کے بعد آہستگی سے گویا ہوئے۔ '' آپ پڑھے لکھے ہیں، لیکچرار ہیں، مذہب کے مطالعے کا شوق بھی رکھتے ہیں۔

marfat.com

اپنی بساط کے، مطابق آپ کیوں کوشش نہیں کرتے ، ربِ دوجہاں کے حکم کے مطابق ہر مسلمان پر دینِ برحق کی دعوت دینا فرض ہے۔''

اسلامی دنیا ایک عاشقِ رسول ﷺ سے محروم ہوگئی۔ ایسا اسلامی مفکر جس کا لفظ لفظ مستند تحقیق کا آئینہ دار، جس کا ہر عمل حکمِ ربی کے مطابق اور جس نے اپنی زندگی سنتِ نبوی ﷺ میں بسر کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمہ کی پوری زندگی اور ان کے خیالات وافکار ہمارے سامنے ہیں ان پر عمل کر کے ہم بہتر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت مسعودِ ملت گلاب بجیر کی نظر میں

گلاب بجیر

نائب قاصد (باورچی) گورنمنٹ کالج مٹھی

سَر (حضرت مسعودِ ملت) نے مجھ بے یارومددگار مسلمان کو کالج میں اٹینڈنٹ تعینات کیا اور مجھے سَر کے ساتھ گھریلو کام کاج کی ذمہ داری سونپی گئی۔ سَر نے مجھ گنوار کو کھانا پکانا سکھایا مگر گھر کی صفائی ستھرائی خود کیا کرتے تھے۔ مجھے ہاتھ لگانے نہیں دیتے تھے۔ میں کیسا پکاتا تھا! یہ میں جانتا ہوں مگر سَر نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی، کبھی کھانے میں نقص نہیں نکال، امجھے حکم تھا کہ کھانا پکاتے ہی پہلے خود کھالوں پھر پیش کروں۔ ایک مرتبہ کراچی سے بچے آئے ہوئے تھے۔ میں نے مرغی کا روسٹ بنایا بچے کھیل کود میں سب کھا گئے۔ سَر تشریف لائے اور لاتے ہی مجھ سے پوچھا کہ تم نے کھانا کھایا! میں نے عرض کی کہ کوئی بات نہیں، میں اپنے گھر جا کر کھالوں گا، فوراً مجھے پیسے دیے اور کہا کہ مرغی گھر لے جاؤ اور اپنے بچوں میں پکا کر کھانا۔۔۔

سَر جب مٹھی سے سکرنڈ ٹرانسفر ہوئے تو ہم پر قیامت ٹوٹ گئی۔ جیسے بہاریں ہم سے روٹھ گئیں ہوں۔ بس کیا تھا کسی پل چین نہ آتا تھا، ہم کو تو معلوم بھی نہیں تھا کہ جانے والے سے کیسے رابطہ میں رہا جاسکتا ہے پھر میں شدید بیمار ہوگیا مجھے ۱۹۸۶ء میں میڈیکل ان فٹ قرار دے کر ریٹائرڈ کردیا گیا۔ میری ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف ہوگئی تھی۔ مَیں معذور بے ساکھی کے سہارے چلنے لگا۔ کبھی رات کو بہت شدت کا درد ہوتا تو مَیں سَر کو پکارنے لگتا ہوں، پھر سَر تشریف لے آتے ہیں اور مجھے دم کرتے اور تسلی دیتے ہیں تو میرے درد میں افاقہ ہوتا ہے اور مجھے نیند آجاتی ہے۔

(گلاب کے یہ تاثرات ۲۰۰۳ء میں لیے گئے۔)

☆☆☆☆☆

marfat.com

صاحبِ معاملات

پروفیسر سہیل انور
شعبۂ ریاضی، شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میرپورخاص

استاذی محترم پروفیسر فیاض احمد کاوش علیہ رحمہ کی شاگردی میں بہت سے علمی وادبی فیوض حاصل ہوئے، ان کی بدولت سب سے قابلِ قدر فیض ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سے شرفِ ملاقات ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کے بارے میں سُن تو بہت کچھ رکھا تھا مگر جب آپ سے پہلی ملاقات پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب کی رہائش گاہ پر ہوئی تو سُنی ہوئی باتوں سے کہیں بڑھ کر پایا۔ آپ کی شخصیت میں ایک عجیب سحر تھا۔ آپ جب بات کرتے تو جی چاہتا سنتے رہیں، عموماً کسی واعظ کے طویل بیان میں، چاہے وہ کتنا ہی پُراثر اور پُرکشش ہو۔ لوگ تھک کر پہلو بدل ہی لیتے ہیں، مگر ڈاکٹر صاحب جب گفتگو فرماتے تو سننے والا آپ کے اقوال کے موتیوں کو چننے میں ایسا منہمک ہوتا کہ اسے خبر ہی نہ ہوتی کہ کب کلام اختتام پذیر ہوا۔

اس دورِ جدید میں اتنی وضع دارہ کہ اٹھنا بیٹھنا، بات کرنا اور کھانا پینا غرض تمام معمولاتِ زندگی میں ترتیب و تنظیم کی موجودگی، بے مقصد گفتگو سے اجتناب، چھوٹی سی بات بھی با مقصد۔ (سبحان اللہ) میں ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر عید میلاد النبی ﷺ اور آپ علیہ رحمہ کے والد محترم عالی جناب حضرت مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ رحمہ کے عرس مبارک کی تقریب کے سلسلے میں جاتا رہتا تھا اور وہاں اس ناچیز کو نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہی ہے۔ ان تقریبات میں جو مثالی نظم وضبط دیکھنے میں آیا وہ سب کچھ ڈاکٹر صاحب کی روحانیت اور آپ کی تربیت کا نتیجہ تھا، کہ وہاں کھانے سے لے کر گھر پر لے جانے کے لیے تبرک اور دینی کتابچے اتنی بڑی تعداد میں شرکا میں بغیر افراتفری کے تقسیم کرنے کا عمل خود بہ خود احسن طریقے سے طے پاتا تھا۔ سانحۂ راولپنڈی (محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت) کے وقت ڈاکٹر صاحب مرزا اعظم بیگ کی رہائش گاہ پر تشریف فرما تھے اور پروفیسر عبدالرحمٰن کی ہمشیرہ اور بھائی کی شادی کی تقریبات میں شرکت کے لیے میرپورخاص تشریف لائے تھے، مگر اس واقعے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو کچھ دن مزید میرپورخاص ہی میں قیام کرنا پڑا۔ اس دوران ڈاکٹر صاحب کی صحبت میں کافی وقت گزرا، ڈاکٹر صاحبؒ نے تاریخی ورثے کی تباہی پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔

آج ڈاکٹر صاحب ہمارے درمیاں جسمانی طور پر نہ ہونے کے باوجود روحانی طور پر موجود ہیں اور شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ ہم احباب میں ڈاکٹر صاحب کا ذکرِ خیر نہ ہوتا ہو، اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور ہمارے سَروں پر آپ کا روحانی فیض تا صبحِ قیامت برقرار رکھے، ہمیں نیک کام کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

ہمہ جہت شخصیت

صاحبزادہ پیر جان آغا مجددی سرہندی
گلزار خلیل سامارو

جناب حضرت قبلہ مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کی ذاتِ گرامی تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کے سانحۂ ارتحال سے عالمِ اسلام کو شدید ترین نقصان اٹھانا پڑا ہے اور یہ نقصان موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ خصوصی صلاحیت عطا فرمائی کہ جس کی مدد سے آں جناب علیہ رحمہ نے اپنی بے نظیر تصنیفات کو تحریر کیا۔ آپ کی ہر عبارت دلائل و براہین سے مزّین ہوتی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آں جناب علیہ رحمہ کو مقبولیت اور محبوبیت کا ایسا مقام عطا فرمایا کہ باید و شاید۔ آپ علیہ رحمہ محض ایک عالم و ادیب ہی نہ تھے بلکہ پیرِ طریقت بھی تھے۔ آپ علیہ رحمہ نے اپنی ان دونوں خصوصیات سے خوب کام لیا۔ ایک طرف نادر و نایاب کتابوں کو تحریر فرمایا، دوسری طرف اپنے مریدوں کی کامل رہنمائی فرمائی اور ایک ایسی جماعت تشکیل دی جس نے آپ علیہ رحمہ کے علمی کام کو عالمِ اسلام میں پھیلا دیا۔ آپ علیہ رحمہ کا ہر مریدِ باصفا آپ علیہ رحمہ پر پروانہ وار نثار ہوتا اور خدمتِ اسلام میں کمر بستہ نظر آتا ہے۔ کرم بالائے کرم اور اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم کہ آپ علیہ رحمہ کے فرزندِ گرامی جناب ابوالسرور محمد مسرور احمد کو آپ علیہ رحمہ کا حقیقی جانشین بنایا۔ صاحب زادہ صاحب الحمدللہ اپنے عظیم والد کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ معدودے چند لوگ ایسے ہوں گے جو علم و عمل و تقویٰ میں اپنے والدِ گرامی اور مرشدِ کامل کے اس قدر مثیل ہوں گے۔

میری بارگاہِ ایزدی میں التجا ہے کہ وہ رحمان ربِّ جلیل ہمیں اور آپ علیہ رحمہ کے مخلصین و محبین و مریدین کو مع حضرت صاحب زادہ صاحب مدظلہ ان کی ارشاد فرمائی ہوئی ہدایت پر چلائے۔

ایں دعا از من و از جملہ آمین باد!!

☆☆☆☆☆

marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ سے ملاقات

ڈاکٹر سید راشد علی (ڈینٹل سرجن)
علوی کلینک، فائیو اسٹار چورنگی ناظم آباد، کراچی

آپ سے ہماری ملاقات بڑی دعاؤں کے بعد ہوئی، کراچی میں ہمارے ایک دوست جناب اشتیاق صاحب نے ہم سے کہا کہ اگر آپ کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ انھوں نے تین نام بتائے جن میں سے ایک نام آپ حضرت محمد مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ کا بھی تھا۔ اتفاق سے ہم تینوں بزرگوں سے ناواقف تھے، ہم نے استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ہماری رہ نمائی فرما، رات کو استخارہ نکالا، وہ دن جمعرات کا تھا۔ میرپورخاص میں ہمارے ایک روحانی بزرگ جناب سید نعیم الٰہی ہاشمی سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ آپ اس معاملے میں رہ نمائی کریں۔ انھیں تین نام بتائے، انھوں نے کہا جناب محمد مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ سے رابطہ کرلو۔ آپ کو پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب ملاقات کرادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن میں دعا پوری کردی۔ کراچی میں جناب حضرت محمد مسعود احمد علیہ رحمہ کے صاحب زادے جناب مسرور میاں سے رابطہ کیا اور ملاقات کا وقت طے ہوا۔ شام ۶ بجے جب ملاقات کے لیے گھر گئے تو راستے میں ٹریفک جام میں پھنس گئے۔ مغرب کا وقت ہوگیا، دوبارہ مسرور میاں سے رابطہ کیا، جب گھر گئے تو اس وقت ۷ بج چکے تھے، اس طرح پہلی ملاقات مسرور میاں سے ہوئی اور پھر جناب مسعود احمد صاحب علیہ رحمہ سے ملاقات ہوئی، فکر یہ تھی کہ ملاقات کا وقت تو گزر گیا ہے اور خوشی یہ تھی کہ سامنے ایک عظیم ہستی ہے اور ہم میں تیسرا کوئی نہیں ہے۔

اس طرح ہماری پہلی ملاقات تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی ہوئی اور بہت کھل کر گفتگو ہوئی۔ عام معاملات سے لے کر روحانیت تک اور پھر اگلی ملاقات کا طے پایا۔ اس طرح پہلی ملاقات اختتام کو پہنچی۔ دوسری اور آخری ملاقات ۲۵ اپریل کو ہوئی، سب سے پہلے ہمیں، ہمارے مسئلے کا حل بتایا، جس کا آپ علیہ رحمہ نے پہلی ملاقات میں وعدہ کیا تھا، ایک تسبیح پڑھنے کو دی، کچھ اچھی باتیں بتائیں۔ ہم نے ان سے پہلی ملاقات میں ذکر کیا تھا کہ ہمارا کراچی آنے کا ارادہ ہے انھوں نے خوشی کا اظہار کیا اور ہمیں ایک تحفہ دیا کہ جب کراچی آؤ تو اس کو استعمال کرنا اور کہا کہ اوپر والی منزل میں مسرور میاں سے ملاقات کرلیں وہ آپ کو کچھ دیں گے۔ اس طرح پہلی بار مسرور میاں سے بھی طویل ملاقات ہوئی۔ درمیان میں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا حضرت کی امامت میں مغرب کی نماز ادا کی، پھر مسرور میاں سے ملاقات کی، دوسری نشست ہوئی اور ملاقات تقریباً ڈھائی گھنٹے جاری رہی پھر حضرت نے اس بات کی اجازت دی کہ آپ جمعے کی صبح آجانا ملاقات ہوجائے گی اور اتوار کی رات کو یہ خبر ملی کہ آپ اب ہم میں نہیں رہے، رب نے اپنے پاس بلالیا ہے۔ افسوس! اس بات کا کہ آپ سے ہماری صرف دو ملاقاتیں ہوئیں اور خوشی اس بات کی کہ ان خوش نصیبوں میں میں بھی ہوں جنھوں نے آپ سے آخری ملاقاتیں کیں اور رہ نمائی حاصل کی۔ آپ ایک ٹھنڈے اور سلجھے ہوئے مزاج کے مالک تھے، بہت دھیمے لہجے میں گفتگو فرماتے، دوسرے کی بات غور سے سنتے اور اسے اس طریقے سے سمجھاتے کہ اس کی دل آزاری نہ ہو۔ آنے والے کے لیے آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

حضرت مسعودِ ملت کا آخری دورۂ میر پور خاص

پروفیسر عبدالرحمان مسعودی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ ریاضی، گورنمنٹ ابن رشد گرلز کالج میر پور خاص

حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ رحمہ ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات میر پور خاص رونق افروز ہوئے۔ آپ کے ہمراہ صاحب زادہ حضرت مسرور الملت ابوالسرور محمد مسرور احمد، بڑے پوتے محمد سرور احمد، حاجی معراج الدین مسعودی، ڈاکٹر صفی الدین مسعودی، کرنل ظفر احمد نقشبندی اور محمد اسلم مسعودی بھی تشریف لائے۔ آپ سہ پہر چار بجے مرزا ہاشم بیگ مسعودی کی رہائش گاہ پر قیام پذیر ہوئے، جہاں پیر نثار احمد جان سرہندی، مرزا خالد بیگ، پروفیسر قدرت اللہ بیگ مسعودی، مرزا اعظم بیگ مسعودی، راقم اور دیگر محبین نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کی آمد کی اطلاع ملتے ہی اہلِ محبت ہاشم بیگ صاحب کی رہائش گاہ پر آتے رہے اور شرفِ ملاقات حاصل کرتے رہے۔ اُسی شام سانحۂ راول پنڈی رونما ہوا۔ جس میں پاکستان کی ایک سابقہ وزیر اعظم اور کئی افراد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس واقعہ کا اثر پورے ملک کی طرح میر پور خاص پر بھی پڑا۔ اگلے روز جمعہ کی نماز فیضان اولیاء میں ادا فرمائی۔ فرض کے بعد امام صاحب نے حضرت کو دیکھ لیا اور محبت میں حضرت سے اجازت لیے بغیر اعلان کر دیا کہ خوش قسمتی سے حضرت مسعودِ ملت ہمارے درمیان موجود ہیں، بقیہ نماز کے بعد آپ سے کچھ وعظ و نصیحت سننے کی درخواست کریں گے۔ حضرت نے بعد نماز محبتِ رسول ﷺ پر مختصر خطاب فرمایا جو دل کو جلا بخشنے والا تھا۔ رات آپ کو پروفیسر عبدالرحمٰن مسعودی کے برادرِ اصغر اور ہمشیرہ صاحبہ کی شادی میں شرکت کرنی تھی مگر کشیدہ حالات کے سبب تقریب کو ملتوی کرنا پڑا۔ ان حالات میں آپ کا قیام چھے روز تک رہا۔ ان تمام دنوں میں مختلف اوقات میں علماء، آئمہ، اساتذہ، طلبا اور دیگر عقیدت مند کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بروز اتوار آپ نے ایک سادہ تقریب میں راقم کے برادرِ اصغر کا نکاح پڑھایا۔ اگلے دن راقم کی ہمشیرہ صاحبہ کا ایک پر وقار تقریب میں نکاح مسنونہ پڑھایا اور دعا فرمائی۔ منگل کے دن آپ اپنے رفقا کے ساتھ میر پور خاص سے کراچی روانہ ہوئے۔ اس دورے میں حضرت نے بڑے پوتے سرور احمد سلمہٗ سے متعلق شگفتہ انداز میں فرمایا کہ ''اِن کا یہ پہلا دورہ ہے۔'' آپ کے اس جملے میں شاید یہ نکتہ پنہاں تھا کہ میر پور خاص کا طویل دورہ آپ کا آخری دورہ ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

تأثرات بر سعادت لوح وقلم

مرتبہ: یاسمین خانم مسعودی

☆ میری پوری مدتِ ملازمت میں وہ میرے بہترین شاگرد رہے ہیں۔ میں ان پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں۔

(محقق یگانہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی صدر شعبۂ اردو سندھ یونی ورسٹی)

☆ ڈاکٹر مسعود احمد کا چشمۂ فیض جاری رہے اور ہم جیسے تشنہ لب سیراب ہوتے رہیں۔

(جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری شریعت کورٹ پاکستان، بھیرہ شریف)

☆ میں بلا خوف لومۃ لائم آں محترم شب زندہ دار (ڈاکٹر مسعود احمد) کو ''حاضر القلم''، ''متحضر المضمون'' کا لقب دیتا ہوں۔ آپ کا علمی مرتبہ ارفع واعلیٰ اور فقید المثال ہے۔

(ادیب شہیر پروفیسر سید عبد القادر۔ حیدر آباد دکن)

☆ پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہو چکی ہے اسی لیے وہ عوام وخواص میں محبت وعقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ میں انھیں مجددِ مائۂ حاضرہ تسلیم کرتا ہوں۔

(شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری)

☆ آج وہی شخصیت ہمارے درمیان جلوہ فگن اور ضوفشاں ہے، جس کے دیدار سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک، جگر کو تازگی، قلوب کو سرور اور اذہان کو سکون واطمینان مُیَسّر ہے۔

(شیخ الجامعہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی جامعہ رضویہ۔ بھارت)

☆ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اعلیٰ پایے کے محقق، غیر جانب دار تنقید نگار، بلند پایے ادیب، باکردار انسان، دین دار مسلمان اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل وہ نابغۂ روزگار شخصیت ہیں جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ آپ جدید وقدیم کا بہترین امتزاج ہیں۔

(پروفیسر سید مقصود علی، پرنسپل گورنمنٹ کالج خیر پور سندھ، قدیم دینی مقرر ریڈیو پاکستان)

☆ ڈاکٹر محمد مسعود کا اندازِ بیاں نہایت دل آویز اور ان کی زبان بڑی شگفتہ ہے۔

(پروفیسر ڈاکٹر محمود حسین وائس چانسلر کراچی یونی ورسٹی)

☆ اگر کسی کو علامہ اقبالؒ کا مومن دیکھنا ہو تو وہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو دیکھ لے۔

(پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، چیئرمین تعلیمی بورڈ حیدر آباد سندھ)

marfat.com

☆سنی اہلِ قلم حضرات میں آپ کا وجودِ مسعود بسا غنیمت ہے، آپ کی نگارشات سے ہمیشہ ملک وملت کو فائدہ پہنچے۔

(حکیم سید اکرام حسین چشتی سیکری، حیدر آباد سندھ)

☆ڈاکٹر صاحب کی ہمہ گیر شخصیت ایک ایسا منارۂ نور ہے جس کی روشنی میں علم وعمل میں ہم آہنگی پیدا کر کے منزل مراد حاصل کی جاسکتی ہے۔

(نازشِ لوح وقلم پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش)

☆☆☆☆☆

تأثرات

شکیل احمد صدیقی

ایک کامل مومن کی حیات کا معیار سرورِ انبیا محبوب کبریا ﷺ کی پیروی ہے اور میرے آقا ﷺ کی جو پیروی کرتا ہے وہ نہ صرف بارگاہِ رب الانام عزوجل میں مقرب ہے، بلکہ مخلوق خدا کی توجہ کا مرکز بھی بن جاتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمتہ اللہ علیہ بلاشبہ ایک ایسے ہی مردِ مومن تھے، جن کا مقصود خدمتِ دیں، تعلیم وفروغ علم وحکمت اور رضائے محبوب ﷺ تھا آپ علیہ رحمہ زندگی کی آخری سانس تک اِسی مقصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ ڈاکٹر صاحب علیہ رحمہ اپنے آقا ومولیٰ سرکارِ دوجہاں ﷺ کی رضا اور خوش نودی حاصل کرنے کے لیے اپنی حیاتِ مستعار کے ایک ایک لمحے کو اتباع وذکر رسول ﷺ سے مزین کیا۔ میرے استادِ ذی وقار پروفیسر فیاض احمد کاوش رحمتہ اللہ علیہ نے مجھے دو ایسی نادر شخصیات سے متعارف کرایا جن کا احسان میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا، ایک پروفیسر نثار جان سرہندی مدظلہٗ جن کی خدمت میں حاضر ہو کر علم کے موتی سمیٹتا رہا ہوں، دوم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمتہ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی، جن کی خدمت میں میرپور خاص اور کراچی کئی بار حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا، آپ علیہ رحمہ کی نشست میں ہمیشہ محبتِ رسول ﷺ کا درس ملا۔ یقیناً آپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ آپ کی تصانیف کا میں شروع ہی سے پرستار رہا ہوں۔ آپ کی تحریر عشق ومحبت کی چاشنی سے تر بہ تر ہونے کے ساتھ ساتھ مستند حوالاجات سے مزین اور عرق ریزی کے بعد صفحۂ قرطاس کو زینت بخشتی، جو کہ نہ صرف اہلِ علم وبصیرت کے لیے توجہ کا مرکز بنتی بلکہ ایک عام قاری بھی اس سے فیض یاب ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب اپنے علم وتقویٰ، بصیرت وذکاوت اور عشق ووجدان کی لطافتوں، طہارتوں اور سعادتوں کے اعتبار سے خدمتِ دیں اور دعوتِ اسلام کے اہل تھے اور بلاشبہ ان کی خدماتِ دینی، احترام واعتماد کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ڈاکٹر صاحب کی گراں مایہ خدمتِ دینِ مبیں پر جزیل اور جزائے جلیل عطائے فرمائے، ان پر خدا کی رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ (آمین)

☆☆☆☆☆

marfat.com

صاحبِ کردار

ماہر اجمیری

اک ستارہ اور ٹوٹا آسمانِ علم کا
ہوگیا ماحول افسردہ جہانِ علم کا

رحلتِ مسعودِ ملّت پر فضا ہے سوگوار
یک بہ یک گلشن سے رخصت ہوگئی جیسے بہار

جس کا اہلِ علم اور دانشوروں میں تھا شمار
ہوگیا ہم سے جدا وہ علم و فن کا تاجدار

محترم مسعود صاحب ایک نیکو کار تھے
پیکرِ صبر و رضا تھے صاحبِ کردار تھے

ان کی فطرت میں نہیں تھا نام کو کبر و غرور
ہر برائی سے رہے وہ زندگی بھر دُور دُور

ڈاکٹر مسعود صاحب باعمل انسان تھے
پیرِ کامل بھی تھے وہ اور عاملِ قرآن تھے

کیا بتاؤں آپ کو مسعود صاحب کی صفات
عشقِ محبوبِ خدا میں ان کی گزری ہے حیات

راہِ حق بھٹکے ہوئے لوگوں کو دکھلاتے رہے
بے کس و مجبور انسانوں کے کام آتے رہے

ہر گھڑی تبلیغ دینِ مصطفیٰ میں تھے مگن
کیوں نہ ہو پھر ذکر ان کا انجمن در انجمن

ان کے مرقد پر ہو ہر دم رحمتِ حق کا نزول
باغِ جنت میں میسّر ہو انھیں قربِ رسول ﷺ

ہے برائے حضرتِ مسعود ماہرؔ کی دعا
خُلد میں مسعود ہوں ہمسایۂ خیرالوریٰ

السلام اے نازشِ فہم وسخن

محمد اکرم قریشی

السلام اے پیکرِ حسنِ عمل
السلام اے دورِ حاضر کے نقیب
السلام اے خلق میں ارفع بلند
السلام اے مہر و ماہِ رضویت
السلام اے واقفِ راہِ ہدیٰ
السلام اے صاحبِ شیریں دہن
السلام اے باشعورِ بیش و کم
السلام اے مقتدا وپیشوا
السلام اے نعمتِ ربِّ کبیر

السلام اے بے مثیل و بے بدل
السلام اے مرضِ عصیاں کے طبیب
السلام اے فیضِ سرکارِ سرہند
السلام اے پاسبانِ سنّیت
السلام اے عاشقِ احمد رضا
السلام اے نازشِ فہم و سخن
السلام اے حرمتِ لوح و قلم
السلام اے رہبروں کے رہنما
السلام اے محسنِ اکرمؔ حقیر

marfat.com

مٹھی کی جامع مسجد
جہاں حضرت نمازِ جمعہ
کی امامت فرماتے تھے

بجیر محلہ مٹھی کی مسجد
جو حضرت کی تعمیر کردہ ہے

نوتعمیر سنہری جامع مسجد میرپور خاص، جس کا افتتاح حضرت نے فرمایا

marfat.com

SHIRKAT-I-ISLAMIA

Muslim Manzil, Hameed Pura Colony No. 1,
Mirpurkhas (Sindh) Islimic Republic of Pakistan.